﴿بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ﴾ ﴿......اِنَّ الۡفَضۡلَ بِیَدِ اللّٰہِ یُؤۡتِیۡہِ مَنۡ یَّشَآءُ﴾ (آل عمران:۷۴) ﴿......عَسٰۤی اَنۡ یَّبۡعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحۡمُوۡدًا﴾ (بنی اسرائیل:۸۰)

الفضل

ہفت روزہ

انٹرنیشنل

مدیر اعلیٰ :– نصیر احمد قمر

جلد 13

جمعۃ المبارک 21/اپریل 2006ء

22/ربیع الاول 1427 ہجری قمری ❁ 21/شہادت 1385 ہجری شمسی

شمارہ 16

موت کا ذکر کرو

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

’’لذتوں کو مٹانے والی چیز یعنی موت کا کثرت سے ذکر کیا کرو۔‘‘

(جامع ترمذی ابواب الزھد باب فی ذکر الموت)

﴿ارشادات عالیہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام﴾

اگر اس زمانہ کے مولویوں میں تزکیۂ نفس اور اتباع سنّت ہوتا تو اس قدر اختلاف اور جھگڑا کیوں ہوتا۔

حضرت مسیح کی وفات کا مسئلہ بہت صاف تھا اور اس کے لئے خود مسیح کا اپنا اقرار، اللہ تعالیٰ کا قول اور آنحضرت ﷺ کی چشم دید شہادت، صحابہؓ کا اجماع کافی دلائل تھے مگر انہوں نے ذرا بھی پروانہ کی۔

29/ستمبر 1905ء۔قبل دوپہر۔**ایک شخص نے سوال کیا کہ کیا آپ کے بعد بھی مجدّد آئے گا؟**

اس پر فرمایا:’’اس میں کیا حرج ہے کہ میرے بعد بھی کوئی مجدّد آجاوے۔حضرت موسیٰؑ کی نبوت ختم ہوچکی تھی اس لئے مسیحؑ پر آپ کے خلفاء کا سلسلہ ختم ہوگیا۔لیکن آنحضرت ﷺ کا سلسلہ قیامت تک ہے اس لئے اس میں قیامت تک ہی مجددین آتے رہیں گے۔اگر قیامت نے فنا کرنے سے چھوڑا تو کچھ شک نہیں کہ کوئی اور بھی آجائے گا۔ہم ہرگز اس سے انکار نہیں کرتے کہ صالح اور ابرار لوگ آتے رہیں گے اور پھر بَغۡتَۃً قیامت آجائے گی۔

مولویوں کے ذکر پر فرمایا:’’اگر تزکیۂ نفس اور اتباع سنّت ان میں ہوتا تو اس قدر اختلاف اور جھگڑا کیوں ہوتا۔کوئی حرج اسلام کا بھی نہ ہوتا۔مگر اب تو عام طور پر ہر شخص جانتا ہے کہ ان لوگوں کی حالت کیسی ہوگئی ہے۔آزمائش کے لئے دوچار مولوی لے آؤ۔پھر دیکھ لو کہ کیا ہوتا ہے۔ہم ایک بات کہیں گے قطع نظر اس کے کہ وہ اس پر غور کریں،فوراً اس کی تردید پر آمادہ ہوجائیں گے۔مَیں افسوس سے کہتا ہوں کہ جیسا آنحضرت ﷺ نے فرمایا تھا کہ یہودیوں کی سی حالت ہوجاوے گی،وہی حالت ہوچکی ہے۔مجھے اس امر سے بہت محبت اور خواہش تھی اور ہے کہ کوئی ان میں درندگی چھوڑ کر انسانیت سے ہم پر اعتراض کرے اور اُس کا جواب غور سے سنے۔مَیں اس بات پر بھی رضامند اور خوش تھا کہ یہاں آکر ہمارے پاس رہتے۔ہم ہر طرح سے ان کی خاطرداری اور تواضع کرتے۔وہ ٹھنڈے دل سے اپنے اعتراض پیش کرتے اور سعید الفطرت لوگوں کی طرح جواب سنتے۔پھر جو اعتراض رہتا یا جو اس جواب پر ہوتا پیش کرتے۔مگر انہوں نے اس طریق کو بالکل چھوڑ دیا اور عمداً حق پوشی کی ہے۔وہ چاہتے نہیں کہ ان کی آنکھ کھلے اور حق ظاہر ہو۔اگرچہ وہ اس میں کامیاب نہیں ہوسکتے اس لئے کہ یہ ارادہ ان کا اللہ تعالیٰ کے ارادہ کا صریح مخالف ہے۔کونسی گالی ہے جو انہوں نے ہم کو نہیں دی اور کونسا نام ہے جو انہوں نے ہمارا نہیں رکھا۔

انسان کا فرض تو یہ ہے کہ اگر اسے راستی ملے تو اس کے لینے میں چون وچرا نہ کرے مگر انہوں نے ذرا سے اختلاف کی وجہ سے (جو وہ بھی اختلاف نہ تھا) ساری صداقتوں کا خون کردیا۔ہمارا ان کا بہت سے امور میں اتفاق تھا۔صرف ایک بات پیش کی تھی کہ مسیح ابن مریم مرگیا ہے اور آنے والا موعود آنحضرت ﷺ کے ارشاد کے موافق تم ہی میں سے آیا ہے۔مَیں حیران ہوں کہ ایک طرف تو یہ تسلیم کرتے ہیں کہ آنے والا موعود حَکَم ہوکر آئے گا۔دوسری طرف حالت یہ ہے کہ ایک بات بھی ماننے کو تیار نہیں۔پھر وہ حَکَم کس بات کا ہوگا؟اگر ان کے زعم اور خیال کے موافق مسیح آسمان سے بھی آجاتا تب بھی یقینی امر تھا کہ اسے ہرگز تسلیم نہ کرتے کیونکہ بحیثیت حَکَم ہونے کے اس کا تو کام یہ ہوتا کہ وہ سب کی غلطیاں نکال کر صراط مستقیم پر سب کو لاتا اور یہ اپنی غلطیوں کو چھوڑنے والے نہیں۔حنفی،شافعی،مالکی،حنبلی،شیعہ،خوارج وغیرہ وغیرہ ہر فرقہ والا اپنی بات اسے منوانی چاہتا اور جس کی وہ نہ مانتا اس کے نزدیک ہی کافر اور بے دین ٹھہرتا۔پس ایسی صورت میں ہم کیونکر مان لیں کہ یہ اپنے فرضی مسیح کو مان لیں گے۔

حَکَم اسے کہتے ہیں جو قاضی ہو اور غلطیاں نکال کر اصلاح کرے۔ہم نے تو ذرا سی ہی غلطی پیش کی تھی کہ مسیح مرگیا ہے اور وہ نہیں آئیں گے۔آنے والا اُمّتی ہے جیسا کہ قرآن شریف ’مِنۡکُمۡ‘ کہتا ہے اور بخاری اور مسلم میں بھی ’مِنۡکُمۡ‘ ہی آیا ہے۔اب اس غلطی کو جو اسلام کی عظمت اور آنحضرت ﷺ کی جلالت شان کی صریح مخالف ہے یہ چھوڑ نہیں سکتے اور میرا فیصلہ تسلیم نہیں کرتے بلکہ خود مجھ پر حَکَم ہونا چاہتے ہیں۔افسوس ہے کہ مَیں اس اختلاف کی وجہ سے جو اسلام کی زندگی کا اصل ذریعہ ہے،کافر اور یہ اپنے ہزاروں خطرناک اختلافوں کی وجہ سے بھی مسلمان کے مسلمان ہی ہیں۔

شیعہ آنحضرت ﷺ کے مخلص اور جانثار صحابہؓ کو سبّ وشتم کرتے ہیں اور ان کو کافر اور مُرتد بتاتے ہیں اور پھر بھی وہ سچے کے سچے۔اب کوئی انصاف کرے کہ وہ آنے والا حَکَم ان میں آکر کیا کرے گا؟کیا وہ بھی ان کے ساتھ تبرّا میں شامل ہوگا یا اس سے ان کو باز رہنے کی ہدایت کرے گا؟اگر ان میں خوف خدا ہوتا اور یہ تقویٰ سے کام لیتے اور ﴿لَا تَقۡفُ مَا لَیۡسَ لَکَ بِہٖ عِلۡمٌ﴾(بنی اسرائیل:37) پر عمل کرتے اور میری باتوں کو غور سے سنتے اور پھر ان پر فکر کرتے۔اس کے بعد حق تھا جو چاہتے کہتے مگر انہوں نے اس کی پروانہ کی اور خدا تعالیٰ کے خوف سے نہ ڈرے۔جو منہ میں آیا کہہ گزرے۔

مَیں سخت افسوس سے ظاہر کرتا ہوں کہ ان لوگوں کی حالت مسخ ہوگئی ہے۔یہی تَوَفّی کا لفظ یوسفؑ کے لئے ہو تو موت کے معنے کریں۔آنحضرت ﷺ کے لئے ہو تو موت کے معنے کریں لیکن مسیح کی نسبت ہو تو اس کے معنے جسم عنصری کے ساتھ آسمان پر جانا ہو۔کس قدر جرأت اور دلیری ہے۔کیا آنحضرت ﷺ کی ذرا بھی عزت ان کے دل میں نہیں؟اگر وہ آنحضرت ﷺ کے لئے بھی یہی معنے کرتے تو ہم سمجھ لیتے کہ یہ کوئی خصوصیت پیدا نہیں کرتے۔مگر اب تو یہ خاص طور پر مسیح ہی کے ساتھ اس امر کو مخصوص کرتے ہیں حالانکہ جسم عنصری کے ساتھ آسمان پر جانے کا کوئی بھی قائل نہیں۔نہ یہودی قائل نہ عیسائی۔یہودی تو رفع رُوحانی کے بھی قائل نہیں۔عیسائی جلالی جسم کے قائل ہیں گو وہ اس میں جھوٹے ہیں اس لئے کہ انہوں نے جب مسیح کو دیکھا تو وہ وہی عنصری جسم تھا کیونکہ اس میں زخم موجود تھے اور خود انہوں نے ہاتھ ڈال کر دیکھا۔بایں عیسائیوں نے سمجھ لیا کہ جسم عنصری آسمان پر نہیں جاتا۔اسی لئے انہوں نے جلالی جسم تجویز کیا۔

حضرت مسیح کی وفات کا مسئلہ بہت صاف تھا اور اس کے لئے خود مسیح کا اپنا اقرار،اللہ تعالیٰ کا قول اور آنحضرت ﷺ کی چشم دید شہادت،صحابہؓ کا اجماع کافی دلائل تھے مگر انہوں نے ذرا بھی پروانہ کی اور سچ پوچھو تو یہودیوں سے بھی گئے گزرے ہوئے۔اس لئے کہ وہ تو ایک جماعت بنا کر مسیح کے پاس گئے اور اُن سے اُن کے دعاوی کی تحقیق کی۔مگر یہ کب میرے پاس آئے اور انہوں نے پوچھا؟‘‘

(ملفوظات جلد چہارم صفحہ452-454جدید ایڈیشن)

ادا ریہ

خوشگوار گھریلو زندگی

خوشگوار، پرسکون زندگی گزارنے کے لئے گھریلو پُرسکون ماحول کا میسر آنا لازمی اور ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مرد و عورت کے خیالات، خواہشات، ضروریات کی تکمیل اور نسل کشی کی ضرورت کو پورا کرنے کے لئے مرد و عورت کو ایک ہی نوع سے پیدا کرنے کے باوجود ان کی طبائع میں مکمل ہم آہنگی اور یکسانیت کی بجائے ایک بہت ہی خوبصورت اور متوازن فرق رکھ دیا۔ اس اختلاف سے ذہنی ترقی اور گھریلو زندگی میں اکتاہٹ اور بے سکونی کو ختم کر کے اس کی جگہ ہمیشہ قائم رہنے والی دلچسپ مقابلے کی صورت پیدا کر دی ہے۔

ہادیٔ برحق معلّم اخلاق وحکمت حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یکسانیت اور اختلاف کے اس حسین امتزاج کو ظاہر کرنے کے لئے نہایت پرحکمت اور پرمعنی مثال دیتے ہوئے فرمایا:

”استوصوا بالنساء خیرا فان المرأة خلقت من ضلع وانَّ اعوج ما فی الضلع اعلاه فان ذهبت تقیمه کسّرته وا ن ترکته لم یزل اعوج فاستوھا بالنساء ۔وفی روایة :المرأة کالضلع ان اقمتھا کسرتھا وان استمتعت بھا استمتعت بھا وفیھا عوج ۔(بخاری کتاب الانبیاء)

اس ارشاد میں عورت کو پسلی سے تشبیہ دی گئی ہے اور یہ بھی کہ پسلی جسم میں اپنا صحیح اور مطلوبہ فائدہ اسی صورت میں دے سکتی ہے جبکہ وہ ٹیڑھی ہو۔ اگر کوئی لال بجھکڑ اپنی عقل کے زور پر پسلی کو سیدھا کرنے کے درپے ہو جائے تو وہ اس کو توڑ کر سیدھا تو شاید کر لے مگر پھر وہ انسانی جسم کی خوبصورتی اور سینے کے اندرونی اعضائے رئیسہ کی حفاظت سے ہی نہیں بلکہ زندگی سے ہی محروم ہو جائے گا۔ لیکن اگر وہ خدائی منشاء اور مشیت کو سمجھتے ہوئے، قدرتی نظام کی پیروی کرتے ہوئے اور پسلی کی خِلقت کو ذہن میں رکھتے ہوئے استفادہ کی کوشش کرے گا تو وہ ٹیڑھا پن ایک خوبصورتی بن جائے گی۔ اس سے مختلف زاویہ خیال سامنے آ کر بہتر زندگی گزارنے کی ایک قابل علم راہ نکل آئے گی۔

عملی زندگی میں ایسی بے شمار مثالیں ملتی ہیں کہ مرد عورت یا میاں بیوی میں اختلاف مزاج ہے۔ اس اختلاف کو جذبات یا بے لچک اصولوں کی روشنی میں رکھ کر دیکھنے سے ان میں اس حد تک شدت اور بدمزگی پیدا ہو گئی کہ زندگی اجیرن ہو گئی اور زندگی پرسکون ہونے کی بجائے مستقل عذاب کی شکل اختیار کر گئی۔ مگر جس جگہ اختلاف کو معاملہ فہمی اور دعا سے حل کرنے کی کوشش کی گئی وہاں آہستہ آہستہ زندگی پرسکون ہونے لگی اور بالآخر خوشگوار جنّتی زندگی بن گئی جو باہم سکون بخش و مسرت انگیز ہونے کے ساتھ ساتھ اولاد کی بہتری و تربیت کا ذریعہ بن گئی۔ اس سے معلوم ہوا کہ وقتی جوش و جذبات کے غلبہ میں کئے گئے فیصلے تباہ کن ثابت ہوتے ہیں اور ان کو دبانے اور صحیح طریق پر استعمال کرنے سے سکون میں اضافہ ہو جاتا ہے اور شادی بیاہ یا میاں بیوی کے تعلق میں ﴿لِتَسْکُنُوْٓا اِلَیْھَا﴾ (الروم:22) کا قرآنی مقصد بھی پورا ہو جاتا ہے۔

طبائع کا اختلاف تو غیر طبعی امر نہیں ہے۔ مگر اس اختلاف کو کم کرنے کی کوشش کی جائے بلکہ اس سے استفادہ کی کوشش کی جاوے تو وہ یقیناً قابل برداشت ہو جاتا ہے مگر اسے بڑھانے کی صورت میں وہ ایک ناقابل تسخیر طوفان کی شکل اختیار کر کے گھریلو سکون اور بچوں کی تربیت میں خوفناک دراڑیں پیدا کر دیتا ہے۔

مشرقی افریقہ کے ایک مربی صاحب بتایا کرتے تھے کہ ایک دفعہ پتہ چلا کہ فلاں احمدی خاتون اپنے گھر سے باہر ایک جگہ روتی ہوئی دیکھی گئی ہے۔ وہ ایک معزز تعلیم یافتہ خاندان کی خاتون تھی۔ یہ سن کر بہت تکلیف ہوئی۔ حالات معلوم کرنے اور بہتری کی کوشش کرنے کے لئے وہ ان کے ہاں گئے۔ کئی گھنٹے تک میاں بیوی دونوں کی باتیں سنیں۔ ان کے شکوے شکایتیں سننے کے بعد یہ تاثر پیدا ہوا کہ صورتحال ناقابل اصلاح نہیں ہے۔ اور یہ بھی کہ باہم اختلاف ایسا نہیں ہے جسے ختم نہ کیا جا سکتا ہو۔ انہوں نے خاتون خانہ سے کہا کہ آپ خوب سوچ کر بتائیں کہ آپ کی سب سے بڑی شکایت کیا ہے۔ وہ تھوڑی دیر سوچتی رہیں۔ ان کے چہرے کے تاثرات سے پتہ چلتا تھا کہ انہیں جواب دینے میں کچھ دقت پیش آ رہی ہے۔ تاہم سوچ سوچ کر وہ کہنے لگیں کہ مَیں نے انہیں کہا تھا کہ مجھے فلاں قسم کے ”بیڈ“ لے دیں مگر انہوں نے میری یہ فرمائش پوری نہیں کی۔ صاحب خانہ کا جواب یہ تھا کہ یہ ٹھیک ہے انہوں نے یہ فرمائش ضرور کی تھی اور ابھی تک ان کی یہ فرمائش پوری نہیں ہوئی مگر اس کی وجہ یہ ہے کہ ہمارا بچہ ابھی چھوٹا ہے اور وہ بیڈ جن کی فرمائش کی گئی ہے ان کے کنارے بہت تیز ہوتے ہیں۔ مَیں نے ان سے کہا تھا کہ بچہ کچھ سمجھدار اور بڑا ہو جائے گا تو ان کی یہ فرمائش ضرور پوری کر دی جائے گی۔

یہ ایک واقعہ ہے کوئی فرضی مثال نہیں ہے اور قارئین ضرور اسی نتیجہ پر پہنچے ہوں گے کہ یہ کوئی ایسی بات نہیں تھی جس سے شادی کے مقدس عہد اور گھر کے سکون کو برباد کر کے میاں بیوی اپنی زندگی کو خراب کرتے بلکہ بچے کے مستقبل کو بھی داؤ پر لگا دیا جاتا کیونکہ میاں بیوی کی ناچاقی، رنجش اور بدمزاجی بچے کی زندگی پر انمٹ نقوش چھوڑتی ہے۔ بچوں کے جرائم اور ان کی بے راہ روی پر جتنی بھی تحقیقات اور رپورٹیں سامنے آتی ہیں اس میں یہ چیز ضرور ملتی ہے کہ اس بچے کے والدین باہم اتفاق سے اکٹھے نہیں رہتے تھے جس کا بچے پر منفی اثر ہوا ہے اور وہ معاشرہ کا مفید وجود بننے کی بجائے نکما، بیکار، آوارہ اور معاشرہ کا ایک قابل نفرت حصہ بن کر رہ گیا ہے۔

مسنون خطبہ نکاح میں جو آیات پڑھی جاتی ہیں اگر ان پر عمل کیا جائے تو ایسی تمام مشکلات کا بخوبی حل نکل آتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی ذمہ داریوں کو بخوبی سمجھتے ہوئے صحیح اسلامی طریق پر زندگی بسر کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

(عبدالباسط شاہد)

آداب زندگی کے سکھاتے چلے چلو

آداب زندگی کے سکھاتے چلے چلو
انسان وحشیوں کو بناتے چلے چلو
اُجڑی ہوئی ہیں سینوں کی مدّت سے بستیاں
زندہ خدا کو اِن میں بساتے چلے چلو
اے منزلِ حبیب کے سرگرم راہرو
گم کردہ راہ کو راہ دکھاتے چلے چلو
ابلیس کا شکار نہ ہو جائیں دیکھنا
نخچیر حق کا سب کو بناتے چلے چلو
تبدیل کر کے چھوڑنا ظلمت کو نور میں
شمعیں ہدایتوں کی جلاتے چلے چلو
ہر دل میں زندہ رحمۃ للعالمینؐ ہو
گردن ابولہب کی دباتے چلے چلو
سینے میں کھا کے زخم ہنسو پھول کی طرح
کانٹوں کو سازگار بناتے چلے چلو
غیروں کو دو بلندیٔ اخلاق سے شکست
تم دشمنوں کو دوست بناتے چلے چلو
دونوں جہاں کی برکتیں ہوں گی تمہیں نصیب
اللہ کے گھروں کو بساتے چلے چلو
تسنیمؔ روح پھونک کے فیضِ مسیح کی
مُردوں کو مقبروں سے اٹھاتے چلے چلو

(میر الٰہ بخش تسنیمؔ)

نظام وصیت

حضرت مصلح موعودؓ وصیت کے متعلق فرماتے ہیں:

”پس تم جلد سے جلد وصیت کرو تا کہ جلد سے جلد نظام نو کی تعمیر ہو اور وہ مبارک دن آ جائے جبکہ چاروں طرف اسلام اور احمدیت کا جھنڈا لہرانے لگے۔ اس کے ساتھ ہی مَیں ان سب دوستوں کو مبارکباد دیتا ہوں جنہیں وصیت کرنے کی توفیق حاصل ہوئی اور مَیں دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو بھی جو ابھی تک اس نظام میں شامل نہیں ہوئے توفیق دے کہ وہ بھی اس میں حصہ لے کر دینی و دنیوی برکات سے مالا مال ہو سکیں اور دنیا اس نظام سے ایسے رنگ میں فائدہ اٹھائے کہ آخر اسے یہ تسلیم کرنا پڑے کہ قادیان کی وہ بستی جسے کوردہ کہا جاتا تھا، جسے جہالت کی بستی کہا جاتا تھا، اس میں سے وہ نور نکلا جس نے ساری دنیا کی تاریکیوں کو دور کر دیا، جس نے ساری دنیا کی جہالت کو دور کر دیا، جس نے ساری دنیا کے دکھوں کو دور کر دیا اور جس نے ہر امیر اور غریب اور چھوٹے اور بڑے کو محبت اور پیار اور الفت باہمی سے رہنے کی توفیق عطا کی“۔

ایسے احباب جماعت جو ابھی نظام وصیت میں شامل نہیں ہو سکے۔ ان سے درخواست ہے کہ اس میں شامل ہو کر اس کے فیوض و برکات کے وارث بنیں۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء۔

(ایڈیشنل وکیل المال۔ لندن)

جہاد کے متعلق
بصیرت افروز صحیح اسلامی نظریہ

(پروفیسر راجا نصر اللہ خان ۔ ربوہ)

لفظ ''جہاد'' ایک دینی اصطلاح ہے جس کے معنے اور تقاضے اور اہداف فی ذاتہ نہایت اعلیٰ وارفع ہیں لیکن افسوس کہ بعض لوگوں نے غلط مفہوم دے کر اسے بجائے رحمت کے زحمت بنا دیا ہے۔ اور اس زمانہ میں مسلمانوں پر سب سے بڑا اعتراض یہی ہو رہا ہے کہ مسلمان مذہب کے نام پر قتل وغارت کو جائز بلکہ فرض قرار دیتے ہیں اور دُنیا بھر میں بے امنی اور نفرت کو ہوا دے رہے ہیں۔

جہاد کے اصل اور وسیع معنے

اللہ تعالیٰ کے فضل سے اِس زمانہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے علم اور اذن پا کر بیشمار خطرناک غلطیوں کی اصلاح فرمائی اور اسلام کی صحیح اور ابدی تعلیم کی طرف توجہ دلائی ہے۔ جس سے دین کی حقانیت اور اس کا خوبصورت چہرہ روشن ہو جاتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جہاد کے مسئلہ اور اس کی حقیقت پر ایک مختصر لیکن بہت ہی ایمان فروز اور مدلّل رسالہ ''گورنمنٹ انگریزی اور جہاد'' سن 1900ء میں تحریر فرمایا تھا۔ اِس کے پہلے صفحہ پر آپؑ تحریر فرماتے ہیں:

''جاننا چاہئے کہ جہاد کا لفظ جُہَد کے لفظ سے مشتق ہے۔ جس کے معنے ہیں کوشش کرنا۔ اور پھر مجاز کے طور پر دینی لڑائیوں کے لئے بولا گیا..... اب ہم اس سوال کا جواب لکھنا چاہتے ہیں کہ اسلام کو جہاد کی کیوں ضرورت پڑی اور جہاد کیا چیز ہے سو واضح ہو کہ اسلام کے پیدا ہوتے ہی بڑی بڑی مشکلات کا سامنا پڑا تھا۔ اور تمام قومیں اس کی دشمن ہو گئی تھیں......''۔

('گورنمنٹ انگریزی اور جہاد'۔ روحانی خزائن جلد نمبر 17 صفحہ نمبر 3)

پھر مزید وضاحت فرماتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

''چونکہ مسلمان اسلام کے ابتدائی زمانہ میں تھوڑے تھے اس لئے ان کے مخالفوں نے بباعث اس تکبّر کے جو فطرتاً ایسے فرقوں کے دل اور دماغ میں جاگزیں ہوتا ہے جو اپنے تئیں دولت میں، مال میں، کثرت جماعت میں، عزت میں، مرتبت میں، دوسرے فرقہ سے برتر خیال کرتے ہیں اس وقت کے مسلمانوں یعنی صحابہ سے سخت دشمنی کا برتاؤ کیا اور وہ نہیں چاہتے تھے کہ یہ آسمانی پودہ زمین پر قائم ہو۔ بلکہ وہ ان راستبازوں کے ہلاک کرنے کے لئے اپنے ناخنوں تک زور لگا رہے تھے..... ان کے خون سے کوچے سرخ ہو گئے پر انہوں نے دم نہ مارا۔ وہ قربانیوں کی طرح ذبح کئے گئے پر انہوں نے آہ نہ کی۔ خدا کے پاک اور مقدس رسول کو جس پر زمین اور آسمان سے بے شمار سلام ہیں بارہا پتھر مار مار کر خون سے آلودہ کیا گیا مگر صدق اور استقامت کے پہاڑ نے ان تمام آزاروں کی دلی انشراح اور محبت سے برداشت کی۔ اور ان صابرانہ اور عاجزانہ روشوں سے مخالفوں کی شوخی دن بدن بڑھتی گئی اور انہوں نے اس مقدس جماعت کو اپنا ایک شکار سمجھ لیا۔

تب اس خدا نے جو نہیں چاہتا کہ زمین پر ظلم اور بے رحمی حد سے گزر جائے اپنے مظلوم بندوں کو یاد کیا اور اس کا غضب شریروں پر بھڑکا اور اس نے اپنی پاک کلام قران شریف کے ذریعہ سے اپنے مظلوم بندوں کو اطلاع دی کہ جو کچھ تمہارے ساتھ ہو رہا ہے، مَیں سب کچھ دیکھ رہا ہوں۔ مَیں تمہیں آج سے مقابلہ کی اجازت دیتا ہوں اور مَیں خدائے قادر ہوں ظالموں کو بے سزا نہیں چھوڑوں گا۔ یہ حکم تھا جس کا دوسرے لفظوں میں جہاد نام رکھا گیا۔ اور اس حکم کی اصل عبارت جو قرآن شریف میں اب تک موجود ہے یہ ہے ﴿اُذِنَ لِلَّذِیْنَ یُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّھُمْ ظُلِمُوْا وَاِنَّ اللّٰہَ عَلٰی نَصْرِھِمْ لَقَدِیْرُ۔ نِ الَّذِیْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِیَارِھِمْ بِغَیْرِ حَقٍ اِلَّآ اَنْ یَّقُوْلُوْا رَبُّنَا اللّٰہُ﴾ (الحج:41.40)

یعنی خدا نے ان مظلوم لوگوں کی جو قتل کئے جاتے ہیں اور ناحق اپنے وطن سے نکالے جاتے ہیں فریاد سن لی اور ان کو مقابلہ کی اجازت دی گئی۔ اور خدا قادر ہے جو مظلوم کی مدد کرے.........''

('گورنمنٹ انگریزی اور جہاد'۔ روحانی خزائن جلد 17 صفحہ 6-7)

یعنی اصل مقصد شر اور فساد اور ظلم کا خاتمہ کرنا ہے تا کہ انسانیت محفوظ رہے۔

سورہ الحج کی آیت نمبر 40 کے سلسلہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

''مگر یہ حکم مختص الزمان والوقت تھا۔ ہمیشہ کے لئے نہیں تھا۔ بلکہ اس زمانہ کے متعلق تھا جبکہ اسلام میں داخل ہونے والے بکریوں اور بھیڑوں کی طرح ذبح کئے جاتے تھے۔ لیکن افسوس کہ نبوت اور خلافت کے زمانہ کے بعد اس مسئلہ جہاد کے سمجھنے میں جس کی اصل جڑ آیت کریمہ مذکورہ بالا ہے۔ لوگوں نے بڑی بڑی غلطیاں کھائیں۔ اور ناحق مخلوق خدا کو تلوار کے ساتھ ذبح کرنا دینداری کا شعار سمجھا گیا...... یاد رہے کہ مسئلہ جہاد کو جس طرح پر حال کے اسلامی علماء نے جو مولوی کہلاتے ہیں سمجھ رکھا ہے اور جس طرح وہ عوام کے آگے اس مسئلہ کی صورت بیان کرتے ہیں ہرگز وہ صحیح نہیں ہے۔ اور اس کا نتیجہ بجز اس کے کچھ نہیں کہ وہ لوگ اپنے پُر جوش وعظوں سے عوام سے وحشی صفات کو ایک درندہ صفت بنا دیں اور انسانیت کی تمام پاک خوبیوں سے بے نصیب کر دیں ...... یہ لوگ اپنے اس عقیدہ جہاد پر جو سراسر غلط اور قرآن اور حدیث کے برخلاف ہے اس قدر جمے ہوئے ہیں کہ جو شخص اس عقیدہ کو نہ مانتا ہو اور اس کے برخلاف ہو اس کا نام دجال رکھتے ہیں اور واجب القتل قرار دیتے ہیں۔ چنانچہ مَیں بھی مدت سے اسی فتویٰ کے نیچے ہوں''۔

('گورنمنٹ انگریزی اور جہاد'۔ روحانی خزائن جلد 17 صفحہ 6-7)

جہاد کا لفظ جُہد سے نکلا ہے

جیسا کہ ہم نے حضرت مسیح موعودؑ کے ''رسالہ جہاد'' کی صفحہ نمبر 1 کی عبارت درج کی ہے جہاد کا لفظ جُہد سے نکلا ہے جس کے اصل اور بنیادی معنے جُہد یعنی کوشش کے ہیں۔ اور چونکہ یہی درست بات ہے اس لئے کئی اور اہلِ علم نے بھی اس کی یہی وضاحت کی ہے۔ چنانچہ برصغیر کے معروف سیرت نگار سلیمان ندوی اپنی کتاب سیرۃ النبیؐ جلد پنجم میں جہاد کے عنوان کے تحت تحریر کرتے ہیں۔

''جہاد کے معنی عموماً قتال، اور لڑائی کے سمجھے جاتے ہیں مگر مفہوم کی یہ تنگی قطعاً غلط ہے۔ ''جہاد'' کا لفظ ''جہد'' سے نکلا ہے جہاد اور مجاہدہ، فعال اور مفاعلت کے وزن پر اسی جُہد سے مصدر ہیں اور لغت میں اس کے معنی محنت، حق کی بلندی اور اس کی اشاعت اور حفاظت کے لئے ہر قسم کی جدوجہد، قربانی اور ایثار گوارا کرنا''۔

(''سیرۃ النبیؐ'' ص 335 از علامہ سید سلیمان ندوی ناشر سروسز بک کلب 1985ء)

جہاد اور قتال
دونوں لفظ ہم معنی نہیں ہیں

جیسا کہ ہم مضمون کے تعارف میں لکھ چکے ہیں آج کل کے اکثر حضرات ''جہاد'' کے معنی لازمی طور پر ''قتال'' سمجھتے ہیں۔ یہ بات ہرگز درست نہیں۔ چنانچہ سیرت النبیؐ کے مؤلف سید سلیمان ندوی نے اپنی تالیف کے حصہ پنجم میں پورا ایک باب 'جہاد' عنوان کا باندھا ہے۔ جس کے شروع کے حصے میں سے ایک حوالہ ہم اوپر درج کر چکے ہیں۔ آگے چل کر سید سلیمان ندوی رقمطراز ہیں:

''یہاں ایک شبہ کا ازالہ کرنا ضروری ہے، اکثر لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ ''جہاد'' اور ''قتال'' دونوں ہم معنی ہیں حالانکہ ایسا نہیں ہے۔ قرآن پاک میں دونوں لفظ الگ الگ استعمال ہوئے ہیں اس لئے جہاد فی سبیل اللہ (خدا کی راہ میں جہاد کرنا) اور قتال فی سبیل اللہ (خدا کی راہ میں لڑنا) ان دونوں لفظوں کے ایک معنی نہیں ہیں بلکہ ان دونوں میں عام وخاص کی نسبت ہے۔ یعنی ہر جہاد قتال نہیں ہے بلکہ جہاد کی مختلف قسموں میں سے ایک قتال اور دشمنوں سے لڑنا بھی ہے۔ اسی لئے قرآن پاک میں ان دونوں لفظوں کے اِستعمال میں ہمیشہ فرق ملحوظ رکھا گیا ہے۔ چنانچہ...... سورۃ النساء کی...... آیت نمبر 96 میں اور دوسری آیتوں میں جہاد کی دو صریح قسمیں بیان کی گئی ہیں۔ جہاد بالنفس اور جہاد بالمال یعنی اپنی جان کے ذریعہ جہاد کرنا اور اپنے مال کے ذریعہ جہاد کرنا۔ جان کے ذریعہ جہاد کرنا یہ ہے کہ حق کی حمایت کے لئے ہر قسم کی جسمانی تکلیف بے خطر اٹھائی جائے یہاں تک کہ اپنی جان تک جوکھوں میں ڈال دینے، آگ میں جلائے جانے، سولی پر لٹکائے جانے، تیر اور نیزے میں چھد جانے اور تلوار سے کٹ جانے کے لئے اور سربلند کرنے کے لیے اپنی ہر ملکیت کو قربان، اپنی ہر دولت کو نثار اور اپنے ہر سرمایہ کو وقف کرنے کے لئے تیار ہے''۔

(''سیرۃ النبیؐ'' ص 336،337 از علامہ سیلمان ندوی)

اِسی باب میں سید سلیمان ندوی نے ایک سُرخی ''جہاد کی قسمیں'' تحریر کرتے ہوئے ''جہاد'' کے متعلق ''علمائے دل'' کا ایک نکتہ بیان کیا ہے: ''جب جہاد کے معنی محنت، سعی بلیغ اور جدوجہد کے ہیں تو نیک کام اس کے تحت میں داخل ہو سکتا ہے۔ علمائے دل کی اصلاح میں ''جہاد'' کی سب سے اعلیٰ قسم خود اپنے نفس کے ساتھ جہاد کرنا ہے اور اِسی کا نام اُن کے ہاں ''جہادِ اکبر'' ہے۔ خطیب نے تاریخ میں حضرت جابرؓ صحابی سے روایت کی ہے کہ آپ نے اُن صحابہ سے جو ابھی ابھی لڑائی کے میدان سے واپس آئے تھے فرمایا کہ بڑا جہاد بندہ کا اپنے ہوائے نفس سے لڑنا ہے'' حدیث کی دوسری کتابوں میں اس قسم کی اور بعض روائتیں بھی ہیں۔ چنانچہ ابن نجار نے حضرت ابوذرؓ سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ ''بہترین جہاد یہ ہے کہ انسان اپنے نفس اور اپنی خواہش سے جہاد کرے''۔ یہ تینوں روائتیں گو فن کے لحاظ سے چنداں مستند نہیں ہیں مگر یہ درحقیقت بعض صحیح حدیثوں کی تائید اور قرآن پاک کی اس آیت کی تفسیر ہیں۔

﴿وَالَّذِیْنَ جَاھَدُوْا فِیْنَا لَنَھْدِیَنَّھُمْ سُبُلَنَا۔ وَاِنَّ اللّٰہَ لَمَعَ الْمُحْسِنِیْنَ﴾ (العکبوت:69)۔ اور وہ لوگ جو ہمارے بارہ میں کوشش کرتے ہیں ہم ضرور انہیں اپنی راہوں کی طرف ہدایت دیں گے اور یقیناً اللہ احسان کرنے والوں کے ساتھ ہے۔...... اور سورۃ کے آخر میں فرمایا کہ ''ہمارے کام میں یا خود ہماری ذات کے حصول میں ہماری خوشنودی کی طلب میں جو جہاد کرے گا اور محنت اٹھائے گا ہم اس کے لئے اپنے تک پہنچنے کا راستہ آپ صاف کر دیں گے اور اس کو اپنی راہ آپ دکھائیں گے۔'' یہی مجاہدہ، کامیابی کا زینہ اور روحانی ترقیوں کا وسیلہ ہے''۔

(سیرت النبیؐ از علامہ سید سیلمان ندوی ص 338، 339)

جہاد کی ایک اور قسم جہاد بالعلم

سید سلیمان ندوی لکھتے ہیں۔

جہاد کی ایک اور قسم ''جہاد بالعلم'' ہے۔ دنیا کا تمام شر و فساد جہالت کا نتیجہ ہے۔ اِس کا دور کرنا ہر حق طلب کے لئے ضروری ہے۔ ایک انسان کے پاس اگر عقل اور معرفت اور علم و دانش کی روشنی ہے تو اس کا فرض ہے کہ وہ اس سے دوسرے تاریک دلوں کو فائدہ پہنچائے۔ تلوار کی دلیل سے قلب میں وہ طمانیت نہیں پیدا ہو سکتی جو دلیل و برہان کی قوت سے لوگوں کے سینوں میں پیدا ہوتی ہے۔ ارشاد ہوا۔ ﴿فَلَا تُطِعِ الْکٰفِرِیْنَ وَجَاھِدْھُمْ بِہٖ جِھَادًا کَبِیْرًا﴾ (الفرقان:52)

لڑ کر شہید ہونے والوں کا ذکر

ایسی نوبت بھی بعض دفعہ آ سکتی ہے کہ مسلمانوں کو بطور دفاع دوسری قوموں سے لڑائی کرنا پڑتی ہے۔ اللہ کی راہ میں قتال کر کے کامیاب لوٹنے والے غازی اور میدانِ جنگ میں کام آ جانے والے شہید کہلاتے ہیں۔ قرآن کریم اور حدیث میں مجبوراً تلوار اٹھانے والے مجاہدین کے لئے بہت اعلیٰ درجات بیان ہوئے ہیں۔ مثلاً سورہ آل عمران میں فرمایا گیا: ﴿فَالَّذِیْنَ ھَاجَرُوْا وَاُخْرِجُوْا مِنْ دِیَارِھِمْ وَاُوْذُوْا فِیْ سَبِیْلِیْ وَقٰتَلُوْا وَقُتِلُوْا لَاُکَفِّرَنَّ عَنْھُمْ سَیِّاٰتِھِمْ وَلَاُدْخِلَنَّھُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِھَا الْاَنْھٰرُ۔ ثَوَابًا مِّنْ عِنْدِ اللّٰہِ۔ وَاللّٰہُ عِنْدَہٗ حُسْنُ الثَّوَابِ﴾ (آل عمران: 195) تو جنہوں نے میری خاطر گھر بار چھوڑا اور اپنے گھروں سے نکالے گئے اور اُن کو میری راہ میں تکلیفیں دی گئیں اور وہ لڑے اور مارے گئے ہم اُن کے گناہوں کو چُھپا دیں گے اور انکو جنت میں داخل کریں گے جس کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی خدا کی طرف سے اُن کو یہ بدلہ ملے گا اور خدا کے پاس اچھا بدلہ ہے۔''

(سیرت النبیؐ 345 ترجمعہ از سیدسلیمان ندوی)

اس مضمون کی چند آیات اور احادیث کا ذکر کرنے کے بعد سید سلیمان ندوی ''جہاد'' کے باب کو اِس

خوبصورت بیان پر ختم کرتے ہیں:

دائمی جہاد

’’یہ تو وہ جہاد ہے جس کا موقع ہر مسلمان کو پیش نہیں آتا اور جس کو آتا ہے تو عمر میں ایک آدھ ہی دفعہ آتا ہے۔مگر حق کی راہ میں دائمی جہاد وہ جہاد ہے جو ہر مسلمان کو ہر وقت پیش آسکتا ہے۔اس لئے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ہر اُمتی پر یہ فرض ہے کہ دین کی حمایت، علم دین کی اشاعت، حق کی نصرت، غریبوں کی مدد، زیردستوں کی امداد، سیہ کاروں کی ہدایت، امر بالمعروف نہی عن المنکر، اقامت عدل، ردِ ظلم اور احکام الٰہی کی تعمیل میں ہمہ تن اور ہر وقت لگا رہے۔ یہاں تک کہ اس کی زندگی، ہر جنبش وسکون، ایک جہاد بن جائے اور اس کی پوری زندگی جہاد کا ایک غیر منقطع سلسلہ نظر آئے۔سورۃ آل عمران کی آیت جس میں جہاد کے مسلسل احکام ہیں، آخری آیت ہے۔’’ اے ایمان والو! مشکلات میں ثابت قدم رہو اور مقابلہ میں مضبوطی دکھاؤ اور کام میں لگے رہو خدا سے ڈرو شاید تم مراد کو پہنچو۔‘‘ یہی وہ جہاد محمّدی ہے جو مسلمانوں کی کامیابی کی کنجی اور فتح و فیروزی کا نشان ہے۔‘‘ (سیرت النبیؐ از سید سیلمان ندوی زیر عنوان ’’دائمی جہاد‘‘ صفحہ 346)

عصرِ حاضر کے اہلِ علم کے مفید حوالے

سید سیلمان ندوی کی وضاحتی تحریروں کے بعد ہم عصرِ حاضر یا ماضی قریب کے کچھ اہلِ علم کے بیانات درج کرتے ہیں جس سے مزید واضح ہوگا کہ بے دریغ اور بے جواز قتال یا فساد اسلام میں قطعاً جائز نہیں۔ اِسلام تو صُلح اور امن وسلامتی کا دین ہے اور آجکل کے سنجیدہ اور انصاف پسند مضمون نگار اس بات کو کھلم کھلا بیان بھی کر رہے ہیں۔ چنانچہ معروف مذہبی مضمون نگار سید زوار حسین شاہ کا ایک مضمون بعنوان ’’فرقہ بندی اور وحدت مِلّی‘‘ اِس وقت ہمارے سامنے ہے جو ’’نوائے وقت ملّی ایڈیشن‘‘ مورخہ 12 مارچ 2004ء میں شائع ہوا ہے۔اس کے کچھ اہم اقتباسات نذرِ قارئین ہیں:

(ا) سید زوار حسین شاہ صاحب متذکرہ بالا مضمون کے کالم نمبر 7 میں تحریر کرتے ہیں:

’’پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ تمام مخلوق اللہ تعالیٰ کی عیال یعنی کنبہ ہے اس لیے اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب وہ شخص ہے جو اس کی عیال سے حسن سلوک کرے۔ اسلام کا منشاء یہ ہے کہ انسان آپس میں محبت سے بھرپور زندگی گزاریں۔ ایک دوسرے کے ساتھ محبت و شفقت کا سلوک کریں، عداوت ونفرت وبغض وحسد سے اپنے آپ کو دور رکھیں۔ ملی وحدت پر قرآن حکیم میں بہت جگہ توجہ دلائی گئی ہے۔ چنانچہ ایک جگہ ارشاد ہے’’ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اور آپس میں جھگڑا مت کرو ورنہ کم ہمت ہوجاؤ گے اور تمہاری ہوا اکھڑ اجائے گی اور صبر کرو بے شک اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے‘‘۔

(سورۃ الانفال آیت 46)

(ب) اسلام کی امن پسندی اور سلامت روی ہر دور میں مسلم رہی ہے۔ یہ اسلام کی عالمگیر امن پروری صلح جوئی اور ملّی وحدت ہی تھی جس نے انسانی دل ودماغ میں قبولیت کے دریچے کھول دیئے اور لوگ اسلام کی محفوظ چاردیواری میں رضا ورغبت کے ساتھ فوج درفوج داخل ہوتے گئے۔لیکن بدقسمتی سے اس دور میں سامراجیوں کی ریشہ دوانیوں سے اسلامی ممالک میں نفرت کا بیج اس قدر بودیا گیا ہے کہ جو ملّی وحدت سے مسلمانوں کا شعار تھی وہ ان سے جاتی رہی اور تمام ملّت چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں میں تقسیم ہوگئی۔ اس کا نتیجہ ہے کہ جو قوم دوسروں کو یکجہتی کا سبق دیتی تھی اور انسانی اخلاق سکھاتی تھی اب خود افتراق وگروہ بندی کا شکار اور اخلاق انسان سے بہت حد تک بے بہرہ ہے۔ اپنوں اور دوسروں کی نظروں میں ذلیل وخوار ہے۔‘‘ (مضمون مطبوعہ ’’نوائے وقت‘‘ 13.3.2004 ملی ایڈیشن)

2۔ نوائے وقت کے ایک معروف اور منجھے ہوئے مضمون نویس ایم۔ ایم حسن اپنے مضمون ’’فریضہ جہاد کے متعلق غلط فہمیاں‘‘ مطبوعہ وقت مورخہ اکتوبر 2002ء کے کالم نمبر 2 میں تحریر کرتے ہیں۔

’’ایک عام غلط فہمی یہ ہے کہ ’’جہاد‘‘ اور ’’قتال‘‘ دونوں ہم معنی ہیں حالانکہ یہ دونوں الفاظ قرآن مجید میں الگ الگ استعمال ہوئے۔ جہاد فی سبیل اللہ کا مطلب خدا کی راہ میں جہاد کرنا ہے۔ جبکہ قتال فی سبیل اللہ کے معنی خدا کی راہ میں لڑنا ہے۔ چنانچہ ہر جہاد قتال نہیں ہے۔ علماء کی اصطلاح میں جہاد کی سب سے اعلیٰ قسم سے خود اپنے نفس کے ساتھ جہاد کرنا ہے۔ اور اسی کا نام جہادِ اکبر ہے۔ حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ حضور نے صحابہ سے جو ابھی ابھی لڑائی کے میدان سے واپس لوٹے تھے یہ فرمایا ’’تمہارا آنا مبارک ہو۔ تم چھوٹے جہاد (غزوہ) سے بڑے جہاد کی طرف آئے ہو کیونکہ بڑا جہاد بندہ کا اپنے ہوائے نفس سے لڑنا ہے......حکم الٰہی ہے ’’اور تم اللہ کی راہ میں ان لوگوں سے لڑو جو تم سے لڑتے ہیں مگر زیادتی نہ کرو کہ اللہ زیادتی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

(2:190)

یعنی تمہاری جنگ نہ تو اپنی مادی اغراض کے لئے ہو۔ نہ ان لوگوں پر ہاتھ اٹھاؤ جو دین حق کی راہ میں مزاحمت نہیں کرتے اور نہ لڑائی میں جاہلیت کے طریقے استعمال کرو۔ عورتوں، بچوں اور بوڑھوں اور زخمیوں پر دست درازی نہ کرنا دُشمن کے مقتولوں کا مثلہ کرنا، کھیتوں اور مویشیوں کو خواہ مخواہ برباد کرنا اور دوسرے تمام وحشیانہ اور ظالمانہ افعال اور ’’حد سے گزرنے‘‘ کی تعریف میں آتے ہیں اور حدیث میں ان سب کی ممانعت وارد ہے‘‘۔

اپنے مضمون کے کالم نمبر 4 میں جناب ایم ایم حسن واضح کرتے ہیں:

’’اسلام میں کسی کو جبراً مسلمان بنانے کی بھی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ اور یہ کبھی بھی جہاد کا مقصد نہیں رہا ہے کیونکہ یہ واضح فرمان الٰہی ہے کہ ’’دین کے معاملے میں کوئی زور زبردستی نہیں ہے (2:256) یعنی اسلام کا یہ اعتقادی اور اخلاقی وعملی نظام کہیں پر بھی زبردستی نافذ نہیں کیا جاسکتا۔‘‘ (مضمون مطبوعہ ’’نوائے وقت‘‘ مورخہ 29-10-2002 (ادراتی صفحہ)

3۔ میاں محمد سرور جالندھری کا ایک مضمون بعنوان ’’جہاد کی اہمیت‘‘ روزنامہ ’’نوائے وقت‘‘ مورخہ 7/مئی 2004 میں شائع ہوا ہے اس کے شروع میں صاحبِ مضمون رقمطراز ہیں:

’’جہاد عربی زبان کے لفظ ’’جہد‘‘ سے نکلا ہے۔ جس کے معنے کوشش، سعی اور مشقت کے ہیں۔ ایسی کوشش جو خالص اللہ کے لئے پوری صلاحیت کے ساتھ کسی نیک مقصد کے لیے کی جائے جہاد کہلاتی ہے۔ مذہب کے لحاظ سے جہاد ہر اس جدوجہد کو کہا جاتا ہے جو دین اور نیکی کی اشاعت کے لیے کی جائے جس کا مقصد مسلمانوں کو تکالیف سے بچانا ہو اور اسلام کی راہ میں مسلح جنگ کا نام بھی ’’جہاد‘‘ ہے۔ جہاد صرف میدان میں دشمنوں سے لڑنے کا نام نہیں ہے جہاد ایسی جنگ کو نہیں کہتے ہیں جو کسی ذاتی مقصد اور فائدے کے لیے ہو اور جس کا مقصد کسی کو بلا وجہ تکلیف پہنچانا ہو...... جہاد کی تین صورتیں ہیں، ایک دشمنان دین کے مقابلے میں جہاد کرنا، دوسرا شیطانی خیالات کے مقابلے میں جہاد کرنا اور تیسرا نفس کی غلط خواہشات کو روکنے میں جہاد کرنا شامل ہیں۔ آسان لفظوں میں اس بات کو اس طرح سمجھا جاسکتا ہے کہ جو چیز بھی اللہ کی راہ پر چلنے سے روکے۔ اس کا پوری قوت سے مقابلہ کرنا ’’جہاد‘‘ کہلاتا ہے۔

(مضمون مطبوعہ ’’نوائے وقت‘‘ مورخہ 04-08-07 ملی ایڈیشن)

’’دین اسلام نے نسل انسانی کو دُنیا میں پرامن اور پرسکون زندگی گزارنے کے اصول فراہم فرمائے ہیں اس لئے کہ خود مالک الملک کا ارشاد ہے ترجمہ۔ زمین میں اہل زمین کے لیے جو خرابی پیدا ہوتی ہے اس کے ذمہ دار ہم لوگ ہیں زمین پر بسنے والے۔ اور فرمایا ان کاموں سے اجتناب کرو جن سے زمین میں فساد پیدا ہونے کا اندیشہ ہے ارشاد ہوتا ہے۔ ترجمہ: خشکی پر سمندروں میں تباہی آتی ہے فساد پیدا ہوتا ہے۔ کسی کو قتل کرنا تو بہت دُور کی بات ہے کسی کا مال لوٹنا بہت بڑا جرم ہے۔ یہاں اَرشاد یہ ہوتا ہے۔ ترجمہ: کوئی ایسی بات نہ کرو جس سے دوسرے کی دل آزاری ہو۔‘‘

پھر اپنے مضمون کے آخری کالم میں امیر محمد اکرام اعوان لکھتے ہیں:

’’اسلام محبتوں کا مذہب ہے اور اس نے اللہ سے لے کر کائنات کے ذرّے ذرّے سے محبت کا درس دیا ہے اسلام نے بدترین دشمن کو بھی انسانی حقوق دیئے ہیں۔ میری گزارش حکمرانوں سے بھی ہے کہ اہل وطن سے بھی، خدا کے لئے جس دین نے لشکر کشی کے وقت اپنی افواج کو حکم دیا کہ جو تلوار نہ اٹھائے اس کے ساتھ مت لڑنا عبادت کرنے والوں کو پریشان نہ کیا جائے صرف ان لوگوں سے سروکار رکھو جو تمہارے خلاف صف آرا ہوتے ہیں وہ بھی جب تک لڑتے ہیں اگر وہ لڑائی سے ہاتھ کھینچ لیں تو زبردستی لڑانہ جائے گا یعنی بندے مارنا مقصد نہیں ہے ظلم کو روکنا مقصد ہے۔ (مضمون مطبوعہ ’’نوائے وقت‘‘ مورخہ 16-03-2000)

5۔ تبلیغی جماعت کے معروف عالم (شاہ فیصل ایوارڈ یافتہ) سید ابوالحسن علی ندوی اپنے مضمون ’’جہاد۔ آداب و فضائل‘‘ مطبوعہ ’’نوائے وقت‘‘ مورخہ 23 جولائی 2004ء کو اِن الفاظ پر ختم کرتے ہیں۔

’’جہاد صرف جنگ وقتال ہی پر (جو ضرورت کے وقت جہاد کی سب سے اعلیٰ قسم اور افضل ترین مظہر ہے) منحصر نہیں ہے بلکہ ہر وہ کوشش جو اعلاء کلمۃ اللہ اور دین کے غلبہ کی خاطر کی جائے جہاد ہے۔ حدیث پاک میں آتا ہے ’’سب سے افضل جہاد یہ ہے کہ ظالم بادشاہ یا ظالم حکمراں کے سامنے حق وانصاف کی بات کہی جائے۔‘‘

(مضمون مطبوعہ ’’نوائے وقت‘‘ ملی ایڈیشن مورخہ 23-07-2004)

نوٹ:۔ ’’نوائے وقت‘‘ کے قارئین جانتے ہیں کہ سب سے افضل جہاد کے بارہ میں مندرجہ بالا حدیث شریف ’’نوائے وقت‘‘ کے اداریہ والے صفحے کی پیشانی پر پیہم اور باقاعدگی سے لکھی جاتی ہے۔

6۔ ملک کے معروف دینی مضمون نگار شاہ بلیغ الدین اپنے مضمون ’’رحمۃ للعالمین‘‘ مطبوعہ نوائے وقت مورخہ 24۔ دسمبر 2004ء کے کالم نمبر 2 میں تحریر کرتے ہیں۔

’’انسانی جان کی بڑی اہمیت ہے اللہ نے بار بار خبردار کیا ہے کہ محض دشمنی کی بناء پر مال ودولت کے لیے کبھی کسی انسان کی جان نہ لینا۔ اگر کسی نے ایک آدمی کو قتل کیا تو گویا اس نے ایک پوری نسل کو ختم کر دیا۔ ایک ارشاد ربانی ہے کہ......لَا تَقْتُلُوْا النَّفْسَ الَّتِی حَرَّمَ اللّٰہُ اِلَّا بِالْحَقّ جو لوگ خاندانی یا سیاسی جھگڑوں، کسی اشتعال یا حرص وہوس کی بناء پر اللہ کے بندوں کی جان لیتے ہیں وہ سخت ظالم اور بدذات ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر لعنت کی ہے توبہ کے دروازے اُس نے سب پر کھلے رکھے ہیں لیکن قاتل پر توبہ کے دروازے بند ہیں۔ اس لئے کہ اپنے گناہ تو وہ معاف کر دیتا ہے لیکن بندوں کے آزار وہ معاف نہیں کرتا۔ سنن ابی ماجہ میں ہے ایک موقع پر ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہوا کہ......ایک مسلمان کے ناحق مارے جانے کے مقابلے میں اللہ کے نزدیک تمام دُنیا کا مٹ جانا زیادہ آسان ہے۔ اس سے بڑھ کر انسانی خون کا احترام کیا ہوگا؟‘‘

پھر شاہ بلیغ الدین اپنے متذکرہ مضمون کے آخری کالم نمبر 4 کے آخری پیراگراف میں رقمطراز ہیں:۔

’’اگر مسلمانوں نے جبرو کراہ سے کام لیا ہوتا تو سات سو برس حکمرانی کرنے کے بعد آج بھارت میں ایک ہندو دکھائی نہ دیتا۔ ہسپانیہ کی مثال دُنیا کے سامنے ہے۔ وہاں بھی ہم نے کوئی آٹھ سو برس تک حکمرانی کی مگر مقامی آبادی کی نسل کشی کا خیال کبھی ہمارے دل میں نہ آیا اور جب ہماری بازی پلٹی تو انہی ناشکروں نے مسلمانوں کے خون سے ایسی ہولی کھیلی کہ آج ہسپانیہ میں ایک مسلمان نہیں ملتا۔ ہمیں رنگ ونسل، زبان مذہب کے نام پر کسی طرح کا تعجب روا رکھنے کا حکم نہیں ہے۔ اسلام نے محبت اور عافیت کا پیام عام کیا ہے۔ اللہ کے رسول کا اسوۂ حسنہ یہی ہے۔‘‘ (مضمون ’’رحمۃ العالمین‘‘ مطبوعہ ’’نوائے وقت مورخہ 24-12-04 ادراتی صفحہ)

7۔ ملک کے معروف دانشور اور مضمون نگار کے۔ ایم۔ اعظم (سابق مشیر اعلیٰ اقتصادیات اقوام متحدہ) جو قارئین نوائے وقت کے لیے جانی پہچانی شخصیت ہیں اپنے مضمون ’’ہندی مسلم معاشرہ کی تشکیل میں علماء کا کردار‘‘ مطبوعہ ’’نوائے وقت‘‘ مورخہ 15 دسمبر 2002ء کے کالم نمبر 1 میں تحریر کرتے ہیں:

’’ہمارے پاکستانی ہم وطن گو اسلام کو اپنے وطن کی اساس مانتے ہیں۔ مگر ہندوستان کی مسلم تاریخ سے تقریباً کلی طور پر بے بہرہ ہیں۔ چاہیے تو یہ تھا کہ وہ استحکام پاکستان کی بنیاد مسلم ہند کی تاریخ کے اعلیٰ شعور پر رکھتے۔ ایک طرح بقول علامہ اقبال ’’شاید ہندوستان ہی ایک ایسا ملک ہے جس میں اسلام کی وحدت خیز قوت کا بہترین اظہار ہوا‘‘ (خطبہ الہ آباد) تو دوسری طرف مسلمان حکمران اتنے وسیع اور عریض ملک میں آٹھ سو

باقی صفحہ نمبر 9 پر ملاحظہ فرمائیں

خطبہ جمعہ

اپنی اصلاح کے لئے اور اپنے نفس کو پاک کرنے کے لئے مالی قربانی بھی ایک انتہائی ضروری چیز ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ماننے والوں میں سے ایک بہت بڑی تعداد ہے جو مالی قربانیاں کرنا جانتی ہے اور ان نمونوں کو قائم کرنے والی ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر چلتے ہوئے صحابہ نے کئے۔

اگر بعض آدمی مجبوریوں کی وجہ سے شرح کے مطابق چندہ نہیں دے سکتے تو رعایت لے لیں۔ بجٹ بہر حال صحیح آمد پر بننا چاہئے۔ نومبائعین کو مالی نظام میں شامل کریں۔ جن پر زکوٰۃ واجب ہے ان کو ضرور ادا کرنی چاہئے۔

مال ہمیشہ جائز ذریعہ سے کماؤ کیونکہ اللہ تعالیٰ کو اچھا مال تبھی پیش کر سکتے ہو جب جائز ذریعہ سے کمایا ہو۔

اپنی اپنی گنجائش اور کشائش کے لحاظ سے ہر احمدی کا مالی جہاد میں شامل ہونا ضروری ہے۔

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز- فرمودہ 31/ مارچ 2006ء بمطابق 31/امان 1385 ہجری شمسی بمقام مسجد بیت الفتوح ، لندن (برطانیہ)

(خطبہ جمعہ کا یہ متن ادارہ الفضل اپنی ذمہ داری پر شائع کر رہا ہے)

أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيکَ لَهٗ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ

أَمَّا بَعْدُ فَأَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ- بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُلِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ۔اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔مٰلِکِ يَوْمِ الدِّيْنِ اِيَّاکَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاکَ نَسْتَعِيْنُ۔اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ۔صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِالْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَاالضَّآلِّيْنَ

﴿وَاَنْفِقُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَاتُلْقُوْا بِاَيْدِيْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ وَاَحْسِنُوْا۔ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ﴾ (البقرہ:196)

اللہ تعالیٰ کا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اس جماعت پر، اس پیاری جماعت پر بہت بڑا احسان ہے کہ اس میں شامل ہونے کے بعد افراد جماعت اپنے عہد کے مطابق مالی قربانیوں میں پیش پیش رہتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کے حکم کے تحت کہ نیک باتوں کی یاد دہانی کراتے رہنا چاہئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر عمل کرتے ہوئے وقتاً فوقتاً جماعت کو مالی قربانیوں کی طرف توجہ دلائی جاتی ہے تا کہ اگر کوئی سست ہو رہا ہے تو اس کو اس طرف توجہ پیدا ہو جائے اور جو نئے آنے والے ہیں اور نوجوان ہیں ان کو مالی قربانیوں کا احساس ہو جائے، اس کی اہمیت کا احساس پیدا ہو جائے کہ مالی قربانی بھی ایک انتہائی ضروری چیز ہے اور وہ اپنی اصلاح کے لئے اور اپنے نفس کو پاک کرنے کے لئے اللہ کی راہ میں خرچ کرنے والے بن جائیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ﴿وَاَنْفِقُوْا خَيْرًا لِّاَنْفُسِكُمْ﴾ (التغابن:17) کہ اپنے مال اس کی راہ میں خرچ کرتے رہو یہ تمہاری جانوں کے لئے بہتر ہوگا۔

قرآن کریم میں مالی قربانیوں کی طرف توجہ دلانے کے بارے میں بے شمار ارشادات ہیں اور یہ خوشخبری دی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی راہ میں خرچ کرنے والوں کو پورا اجر دیتا ہے۔ اس دنیا میں بھی اجر ہے اور مرنے کے بعد بھی اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے والے ہو گے۔ اس لئے ہمیشہ اپنے مال کا بہترین ٹکڑا اس کی راہ میں خرچ کرو۔

جماعت احمدیہ کا جو مالی سال ہے اس کو ختم ہونے میں دو تین ماہ رہ گئے ہیں اور جو انتظامیہ ہے، مال سے متعلقہ شعبوں کو ان دنوں میں وصولیوں کی طرف توجہ دلانے کی فکر ہوتی ہے۔ تو اس لحاظ سے مَیں توجہ دلانی چاہتا ہوں تا کہ جن لوگوں کو ابھی تک اپنے لازمی چندہ جات ادا کرنے کی طرف توجہ نہیں ہوئی ان کو توجہ ہو جائے اور منتظمین کی پریشانی بھی دور ہو۔

مجھے یقین ہے اور خدا تعالیٰ کے سلوک کو دیکھتے ہوئے جو وہ جماعت سے کرتا چلا آ رہا ہے مَیں اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس یقین پر قائم ہوں کہ جو بھی جماعتی ضروریات ہوں گی اللہ تعالیٰ ہمیشہ انشاء اللہ پوری فرماتا رہے گا۔ نئے کاموں، نئے منصوبوں کو وہی دل میں ڈالتا ہے اور ڈالتا بھی اسی لئے ہے کہ اس کے نزدیک جماعت اس کام کو پورا کرنے کی صلاحیت رکھتی ہے۔ اس آخری زمانے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے غلامِ صادق کے ذریعے سے مالی قربانیوں کے جہاد ہونے تھے اس لئے ایک لمبے عرصے کے بعد اِن لوگوں کے دلوں میں جنہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مانا ہے وسعت بھی اللہ تعالیٰ نے پیدا کی ہے۔ اس زمانے میں جبکہ ہر طرف مادیت کا دور دورہ ہے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ماننے والوں میں سے ایک بہت بڑی تعداد ہے جو مالی قربانیاں کرنا جانتی ہے اور ان نمونوں کو قائم کرنے والی ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر چلتے ہوئے صحابہ نے کئے۔ یہ مالی قربانی، قربانی تو یقیناً ہے جیسا کہ مَیں نے کہا لیکن اس زمانے میں اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ماننے والوں میں اس قربانی کی صلاحیت بھی پیدا کر دی ہے جس کے اعلیٰ ترین نمونے ہمارے سامنے ہمارے آقا و مطاع حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے قائم فرمائے تھے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ:

''اگر ہماری فطرت کو وہ قوتیں نہ دی جاتیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام کمالات کو ظلّی طور پر حاصل کر سکتیں تو یہ حکم ہمیں ہرگز نہ ہوتا کہ اس بزرگ نبی کی پیروی کرو۔ کیونکہ خدا تعالیٰ فوق الطاقت کوئی تکلیف نہیں دیتا۔ جیسا کہ وہ خود فرماتا ہے ﴿لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا﴾ (البقرہ:287)۔

(حقیقۃ الوحی ۔روحانی خزائن جلد 22صفحہ156)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس ارشاد سے بعض لوگوں کے اس بہانے کی بھی وضاحت ہو گئی جو یہ کہتے ہیں کہ تمام چندوں کی ادائیگی ہماری طاقت سے بڑھ کر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا﴾ (البقرہ:287) کہ اللہ تعالیٰ کسی جان کو اس کی وسعت، اس کی صلاحیت، اس کی گنجائش سے بڑھ کر تکلیف نہیں دیتا۔ یہ تو ٹھیک ہے کہ اللہ تعالیٰ تکلیف نہیں دیتا، لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو نمونے قائم فرمائے اور جن پر چلتے ہوئے صحابہ نے قربانیاں دیں وہ قربانیاں اپنے اوپر تنگی وارد کر کے ہی دی گئی تھیں۔ ہر ایک نے اپنی اپنی استعداد کے مطابق اپنے اوپر تنگی وارد کی اور قربانیاں دیں۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی استعدادیں زیادہ تھیں انہوں نے اس کے مطابق قربانی دی، دوسرے ان کو اللہ تعالیٰ کے اپنے ساتھ اس سلوک کا بھی علم تھا، ان کو پتہ تھا کہ مَیں آج اپنے گھر کا سارا سامان بھی اللہ کی راہ میں قربان کر دوں گا تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے اللہ تعالیٰ نے مجھے اتنی دماغی صلاحیت دی ہے اور تجارت میں اتنا تجربہ ہے کہ اس سے زیادہ مال دوبارہ پیدا کر لوں گا اور توکل بھی تھا، یقین بھی تھا اور یقیناً اس میں اعلیٰ ایمانی حالت کا دخل بھی تھا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنا جائزہ لیتے ہوئے گھر کا نصف مال پیش کر دیا اور اسی طرح باقی صحابہؓ نے اپنی استعدادوں کے مطابق قربانیاں کیں اور کرتے چلے گئے۔ تو ہمیں اس ارشاد کہ ﴿لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَھَا﴾ (البقرہ:287) کو اپنے بہانوں کے لئے استعمال نہیں کرنا چاہئے بلکہ اپنا جائزہ لیتے رہنا چاہئے، خود اپنے آپ کو دیکھنا چاہئے کہ مالی قربانی کی میرے اندر کس حد تک صلاحیت ہے، کتنی گنجائش ہے۔ کم آمدنی والے لوگ عموماً زیادہ قربانی کر کے چندے دے رہے ہوتے ہیں بہ نسبت زیادہ آمدنی والے لوگوں کے۔ زیادہ پیسے کو دیکھ کر بعض دفعہ بعض کا دل کھلنے کی بجائے تنگ ہو جاتا ہے۔ بلکہ بعض دفعہ ایسی صورت بھی پیدا ہو جاتی ہے کہ موصی بھی بہت کم آمدنی پر چندے دیتے ہیں اور ایسے راستے تلاش کر رہے ہوتے ہیں جن سے ان کی آمدنی کم سے کم ظاہر ہو۔ حالانکہ چندہ تو خدا تعالیٰ کی خاطر دینا ہے۔ ایسے لوگوں کا پھر پتہ تو چل جاتا ہے، پھر وصیت پر زد بھی آتی ہے۔ پھر معذرتیں کرتے ہیں اور معافیاں مانگتے ہیں۔ تو چاہے موصی ہو یا غیر موصی جب بھی مالی کشائش پیدا ہو اس مالی کشائش کو انہیں قربانی میں بڑھانا چاہئے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہماری استعدادوں کو، کشائش کو اس لئے بڑھایا ہے کہ آزمائے جائیں۔ یہ دیکھا جائے کہ بیعت کے دعویٰ میں کس حد تک سچے ہیں۔ ﴿لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَھَا﴾ (البقرہ:287) کے ارشاد کے بعد اس ارشاد کو بھی مدّنظر رکھنا چاہئے کہ ﴿لَھَا مَا کَسَبَتْ وَعَلَیْھَا مَا اکْتَسَبَتْ﴾ (البقرہ: 287) یعنی نیک کام کا ثواب بھی ملے گا اور اگر ٹال مٹول کر رہے ہوگے تو نقصان بھی ہوگا۔ بہر حال اگر دل میں ذرا سا بھی ایمان ہو تو ایسے لوگ جن کی غلطیوں کی وجہ سے ان سے چندہ نہیں لیا جاتا جب ایسی صورت حال پیدا ہوتی ہے جیسا کہ مَیں نے بیان کیا ان کی وصیت پہ زد پڑتی ہے یا دوسرے لوگوں کے چندوں پہ۔ تو کیونکہ احمدی ہیں، دل میں نیکی ہوتی ہے اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مانا ہے، پھر ان کے دل بے چین ہو جاتے ہیں جیسا کہ مَیں نے بتایا پھر معافیاں مانگتے ہیں اور ان کے لئے بات بڑی سخت تکلیف دہ بن رہی ہوتی ہے۔ تو جب نظام جماعت نے یہ اجازت دی ہوئی ہے کہ بعض آدمی مجبوریوں کی وجہ سے شرح کے مطابق چندہ نہیں دے سکتے تو رعایت لے لیں تو سچائی کا تقاضا یہ ہے کہ رعایتی شرح کی منظوری حاصل کر لی جائے، بجائے اس کے کہ غلط بیانی سے کام لیا جائے۔ اور مَیں اس بارے میں کئی دفعہ کہہ بھی چکا ہوں کہ ایسے لوگوں کو بغیر کسی سوال جواب کے رعایت شرح مل جائے گی۔ تو ایک تو جو لوگ اپنی آمد غلط بتاتے ہیں وہ غلط بیانی کی وجہ سے گناہگار ہو رہے ہوتے ہیں۔ دوسرے اس غلط بیانی کی وجہ سے اپنے پیسے میں بھی بے برکتی پیدا کر رہے ہوتے ہیں۔ ہمیشہ یاد رکھنا چاہئے کہ جس خدا نے اپنے فضل سے حالات بہتر کئے ہیں وہ ہر وقت یہ طاقت رکھتا ہے کہ ایسے لوگوں کو کسی مشکل میں گرفتار کر دے۔ پس خدا تعالیٰ سے ہمیشہ معاملہ صاف رکھنا چاہئے۔

اصل بات جو مَیں یہاں کہنا چاہتا ہوں یہ ہے کہ مالی قربانی ذریعہ ہے تربیت کا اور نفس کو پاک کرنے کا۔ اگر کچھ حصہ مالی قربانی بھی کر رہے ہیں اور غلط بیانی کر کے اپنی آمد کو بھی چھپا رہے ہیں تو اللہ تعالیٰ کا مالی قربانی کرنے والوں کے لئے ان کے نفسوں کو پاک کرنے کا جو وعدہ ہے اس سے تو پھر حصہ نہیں لے رہے ہوتے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ تو ہر انسان کے دل کا حال جانتا ہے، اس کے تمام حالات جانتا ہے، کوئی چیز اس سے چھپی ہوئی نہیں ہے تو ایسی مالی قربانی کا بھی کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔ اور پھر یہ بات تربیت میں کمی کا باعث بن رہی ہوتی ہے بلکہ دوسروں کے لئے بھی غلط نمونے قائم کر رہی ہوتی ہے اور جھوٹ بولنے کی وجہ بھی بن رہی ہوتی ہے۔ اس لئے بہتر ہے کہ ایسے لوگ مکمل طور پر چندے سے رخصت حاصل کر لیا کریں اور غلط آمد بتانے کی وجہ سے جو جھوٹ کے مرتکب ہو رہے ہوتے ہیں اس سے بچ جائیں۔ کیونکہ جھوٹ کے بارے میں تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ شرک کی طرف لے جانے والا ہے۔

پس چند ایسے لوگ جو اس قسم کے طریق اختیار کئے ہوئے ہیں ان کے لئے اس میں بڑا انذار ہے۔ اللہ ہر احمدی کو اس سے بچائے اور ہم مالی قربانی دلی خوشی سے کرنے والے ہوں نہ کہ بوجھ سمجھ کر۔ اللہ کی خاطر کی گئی قربانیوں کو اللہ کا فضل سمجھ کر کریں نہ کہ یہ خیال ہو کہ ہم جماعت پر یا خدا تعالیٰ پر کوئی احسان کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے مجھ پر احسان کسی نے کیا کرنا ہے۔ مَیں تو ان قربانیوں کو جو تم کر رہے ہوتے ہو کئی گنا بڑھا کر تمہیں دیتا ہوں، تمہیں واپس لوٹا رہا ہوتا ہوں۔ پس یہ سودا تمہارے فائدے کے لئے ہے جیسا کہ فرماتا ہے ﴿مَنْ ذَا الَّذِیْ یُقْرِضُ اللّٰہَ قَرْضًا حَسَنًا فَیُضٰعِفَہٗ لَہٗٓ اَضْعَافًا کَثِیْرَۃً وَاللّٰہُ یَقْبِضُ وَیَبْصُطُ وَاِلَیْہِ تُرْجَعُوْنَ﴾ (البقرۃ :246) کہ کون ہے جو اللہ کو قرضہ حسنہ دے تا کہ وہ اس کے لئے اس کو کئی گنا بڑھائے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ: ”اللہ تعالیٰ جو قرض مانگتا ہے تو اس سے یہ مراد نہیں ہوتی ہے کہ معاذ اللہ، اللہ تعالیٰ کو حاجت ہے اور وہ محتاج ہے۔ ایسا وہم کرنا بھی کفر ہے۔ بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ جزا کے ساتھ واپس کروں گا۔ یہ ایک طریق ہے اللہ تعالیٰ جس سے فضل کرنا چاہتا ہے“۔

(تفسیر حضرت مسیح موعود علیہ السلام سورۃ البقرۃ آیت 246)

پس وہ لوگ جو مالی کشائش کے بعد دل میں کنجوسی محسوس کرتے ہیں ان کو یاد رکھنا چاہئے کہ سب چندے اللہ تعالیٰ کے فضلوں کو سمیٹنے کا ذریعہ ہیں۔ پس اگر اللہ تعالیٰ کی خاطر اپنے مال کا سولھواں حصہ دے رہے ہیں تو یہ ان دینے والوں کے فائدہ کے لئے ہے۔ اللہ تعالیٰ دوسری جگہ فرماتا ہے کہ میں تمہارے مالوں کو سات سو گنا یا اس سے بھی زیادہ بڑھا کر واپس دیتا ہوں۔ پس یہ
اللہ تعالیٰ کو جو اپنے مال کا اچھا ٹکڑا کاٹ کر دے رہے ہو یہ تمہارے اپنے ہی فائدے کے لئے ہے۔ اس میں ایک مومن کو یہ بھی ہدایت ہے، یہ بھی فرما دیا کہ مال ہمیشہ جائز ذریعے سے کماؤ کیونکہ اللہ تعالیٰ کو اچھا مال تبھی پیش کر سکتے ہو جب جائز ذریعہ سے کمایا ہو۔ اللہ تعالیٰ کو ناجائز منافع سے کمایا ہوا مال بھی پسند نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کو سود سے کمایا ہوا مال بھی پسند نہیں ہے بلکہ سختی سے اس کی مناہی ہے۔ رشوت کا پیسہ بھی اللہ تعالیٰ کی ناراضگی لینے والا ہے۔

پس جب چندہ دینے والا ان سب باتوں کو مدنظر رکھے تو پھر اس کا روپیہ، اس کی آمد، اس کی کمائی خود بخود پاک ہو جائے گی۔ یہ مالی قربانی اس کے لئے تزکیۂ نفس کا موجب بن جائے گی۔ اور اس طرح وہ اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے والا بن جائے گا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کے لئے جو دعائیں کی ہیں ان کا بھی وارث بن رہا ہوگا۔

جیسا کہ مَیں نے کہا تھا کہ یہ زمانہ جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا زمانہ ہے اس میں ایک جہاد مالی قربانیوں کا جہاد بھی ہے کیونکہ اس کے بغیر نہ اسلام کے دفاع میں لٹریچر شائع ہو سکتا ہے، نہ قرآن کریم کے مختلف زبانوں میں ترجمے ہو سکتے ہیں، نہ یہ ترجمے دنیا کے کونے کونے میں پہنچ سکتے ہیں۔ نہ مشن کھولے جا سکتے ہیں، نہ مربیان، مبلغین تیار ہو سکتے ہیں اور نہ مربیان، مبلغین جماعتوں میں بھجوائے جا سکتے ہیں۔ نہ ہی مساجد تعمیر ہو سکتی ہیں۔ نہ ہی سکولوں، کالجوں کے ذریعہ سے غریب لوگوں تک تعلیم کی سہولتیں پہنچائی جا سکتی ہیں۔ نہ ہی ہسپتالوں کے ذریعہ سے دکھی انسانیت کی خدمت کی جا سکتی ہے۔ پس **جب تک دنیا کے تمام کناروں تک اور ہر کنارے کے ہر شخص تک اسلام کا پیغام نہیں پہنچ جاتا اور جب تک غریب کی ضرورتوں کو مکمل طور پر پورا نہیں کیا جاتا اس وقت تک یہ مالی جہاد جاری رہنا ہے۔ اور اپنی اپنی گنجائش اور کشائش کے لحاظ سے ہر احمدی کا اس میں شامل ہونا فرض ہے۔**

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں غریب اپنی طاقت کے لحاظ سے خرچ کرتا تھا اور امیر اپنی وسعت کے لحاظ سے خرچ کرتا تھا۔ غریب صحابہ بھی بے چین رہتے تھے کہ کاش ہمارے پاس بھی مال ہو تو ہم بھی خرچ کریں۔ جب جہاد کے لئے جانے کے لئے، باوجود ان کی خواہش کے، مالی تنگی اور سامان کی کمی کی وجہ سے ان کو پیچھے رہنا پڑتا تھا تو ان کی آنکھیں آنسو بہاتی تھیں اور ان کے دل بے چین ہوتے تھے۔ اور یہ اتنی سچی بے چینی تھی کہ اللہ تعالیٰ نے جو دلوں کا حال جاننے والا ہے اس نے بھی یہ گواہی دی کہ یہ بے چین دل اور آنسو بہاتی آنکھیں بناوٹ نہیں تھیں بلکہ حقیقت میں ان کی یہ کیفیت ہوتی تھی۔

اللہ کرے کہ آج ہماری قربانیوں کی تڑپ بھی اسی طرح سچی تڑپ ہو جس طرح پہلوں کی تھی۔ اور اللہ تعالیٰ ہمیں ان کے ساتھ ملاتے ہوئے پاک نمونے قائم کرنے کی توفیق دے۔ ہمیں اس آیت کے مطابق اس بات کا ادراک عطا فرمائے اور عمل کرنے کی توفیق دے جس کی مَیں نے تلاوت کی ہے۔ اس کا ترجمہ یہ ہے اللہ کی راہ میں خرچ کرو اور اپنے ہاتھوں اپنے تئیں ہلاکت میں نہ ڈالو اور احسان کرو۔ یقیناً اللہ احسان کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔

آج جب اسلام کے خلاف ہر طرف سے حملے ہو رہے ہیں اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جماعت کو اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رہنمائی میں دلائل قاطعہ کے ذریعہ سے جواب دینے کے لئے کھڑا کیا ہے اور جس کی تیاری کے لئے جیسا کہ مَیں نے کہا کہ مالی قربانی کی ضرورت ہے، ہمیں اپنی ذمہ داریوں کو سمجھتے ہوئے مالی قربانیوں کی طرف توجہ دینے کی بہت زیادہ ضرورت ہے۔ ورنہ اللہ تعالیٰ نے جیسا کہ فرمایا ہے کہ اگر ہم مالی قربانیوں کی طرف توجہ نہیں کریں گے تو اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنے والے ہوں گے۔ اپنے آپ کو دین کی خدمت سے محروم کر رہے ہوں گے۔ اور دین کی خدمت سے محروم ہونے کا مطلب ہی اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنا ہے۔

پس جو چندے کے معاملے میں سستیاں دکھانے والے ہیں وہ اپنے جائزے لیں اور جو جماعتی عہدیدار نئے شامل ہونے والوں کو اس کی اہمیت سے آگاہ نہیں کرتے وہ بھی ذمہ دار ہیں۔ پس جہاں دین کی نصرت کے لئے آسمان پر شور ہے وہاں ہمیں اپنی ذمہ داریوں کی طرف بھی بہت زیادہ توجہ دینے کی ضرورت ہے۔ ان ذمہ داریوں کو بھی ہمیں نبھانا ہوگا۔ اور ہم ہلاکت سے اس صورت میں بچ سکتے ہیں جب اَحْسِنُوْا پر عمل کرتے ہوئے اپنے فرائض عمدگی سے ادا کرنے والے ہوں اور اس کے نتیجہ میں خدا کی رضا حاصل کرنے والے ہوں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لئے مال خرچ کرنے کے طریقوں اور یہ کہ کون سا مال خرچ کرنا چاہئے اس کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کرتے تھے۔

چنانچہ روایت میں آتا ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہنے لگا یا رسول اللہ! اللہ کی راہ میں خرچ کئے ہوئے کس مال کا ثواب زیادہ ملے گا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تو تندرستی کی حالت میں مال کی خواہش ہوتے ہوئے، محتاجی سے ڈر کر، مالداری کی طمع رکھ کر، خرچ کرے۔ اور اتنی دیر مت کر کہ جان حلق میں آن پہنچے تو اس وقت تو کہے کہ فلاں کو اتنا دینا اور فلاں کو اتنا دینا، حالانکہ اب تو وہ مال کسی اور کا ہو ہی چکا۔

(صحیح بخاری)

تو فرمایا کہ تندرستی کی حالت میں، انسان کی صحت اچھی ہو، جوان ہو، تو عاقبت کی فکر بھی کم رہتی ہے۔ اگر اس عمر میں یہ خیال آ جائے صحت کی حالت میں یہ خیال آ جائے تو پھر مال کی وجہ سے بہت سی ایسی لغویات ہیں جن میں انسان مبتلا ہو جاتا ہے، ملوث ہو سکتا ہے ان سے بچ جاتا ہے۔

پھر مال کی خواہش ہر انسان میں ہوتی ہے۔ آج کل کے زمانے میں مادیت کا بہت زیادہ دور دورہ ہے اور بہت بڑھ کر یہ خواہش ہے۔ اس حالت میں اس زمانے میں جب اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں تو یقیناً یہ بہت بڑی قربانی ہے۔ اللہ کا فضل ہے کہ جماعت میں بہت سے لوگ مال کی خواہش رکھنے کے باوجود قربانیاں کرتے ہیں۔

پھر اس وقت خرچ کرنا جب محتاجی کا بھی ڈر ہو۔ یہ بھی اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ جماعت میں ایسی بہت مثالیں ہیں جب کسی بات کی بھی پرواہ کئے بغیر لوگ قربانیاں کر رہے ہوتے ہیں۔

ابھی چند دن ہوئے جرمنی کے ایک نوجوان کے بارے میں مجھے پتہ چلا کہ وہ مقروض بھی تھا، شادی بھی ہونے والی تھی۔ ایک معمولی رقم اس نے شادی کے لئے جمع کی ہوئی تھی لیکن جب وہاں جو تحریک ہے سو (100) مساجد کی اس کے لئے چندے کی تحریک کی گئی تو وہ تمام جمع پونجی جو اس نے شادی کے لئے جوڑی تھی لا کے پیش کر دی۔

پس یہ نمونے جہاں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے وعدوں کے پورا ہونے کے نظارے ہمیں دکھاتے ہیں، وہاں اُن سست لوگوں کو بھی توجہ کرنی چاہئے، ان کو بھی توجہ دلانے والے بننے چاہئیں جو حیلوں بہانوں سے چندوں میں کمی کی درخواستیں کرتے ہیں۔ تو ایسے لوگوں کے بارے میں فرمایا کہ وہ مالدار ہونے کی طمع رکھتے ہیں ایک ہی خواہش ہوتی ہے کہ کسی طرح پیسہ اکٹھا ہو جائے۔ یہ چند لوگ اُن برکتوں میں نہ شامل ہو کر جو اس قربانی کی وجہ سے ملنی ہے اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنے والے ہوتے ہیں۔ اللہ سب احمدیوں کو عقل دے اور اس بخل سے محفوظ رکھے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کس طرح اپنے صحابہ کو مالی قربانیوں کی ترغیب دلائی اور کس طرح دلایا کرتے تھے اس بارے میں روایت میں یوں ذکر ملتا ہے۔

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ اپنی نسبتی ہمشیرہ حضرت اسماءؓ بنت ابوبکر کو نصیحت فرمائی کہ اللہ کی راہ میں گن گن کر خرچ نہ کیا کرو ورنہ اللہ تعالیٰ بھی تم کو گن گن کر ہی دے گا۔ اپنی تھیلی کا منہ بند کر کے (یعنی کنجوسی سے) نہ بیٹھ جانا ورنہ پھر اس کا منہ بند ہی رکھا جائے گا۔ یعنی نہ تو پیسہ آئے گا اور نہ نکلنے کی نوبت آئے گی۔ جتنی طاقت ہو، استعداد ہو اتنا خرچ کرنا چاہئے۔

(بخاری کتاب الزکوٰۃ باب التحریص علی الصدقۃ)

پس بعض لوگ جو سمجھتے ہیں کہ چندے ہمارے لئے بوجھ ہیں ان کو ہمیشہ یہ نصیحت یاد رکھنی چاہئے۔

پھر ایک روایت میں آتا ہے حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن حساب کتاب ختم ہونے تک انفاق فی سبیل اللہ کرنے والا اللہ کی راہ میں خرچ کئے ہوئے اپنے مال کے سائے میں رہے گا۔ (مسند احمد بن حنبل)

پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہ حدیث قدسی بھی سنایا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے ابن آدم! خرچ کرتا رہ، مَیں تجھے عطا کروں گا۔

آج اللہ تعالیٰ کے فضل سے ایسی کئی مثالیں بکھری پڑی ہیں۔ (ایک مَیں نے مثال پہلے بھی دی تھی) جن میں اللہ تعالیٰ کی ان نوازشوں کے ذکر ملتے ہیں، اس کے نظارے نظر آتے ہیں، اور یہ نظارے نظر آتے ہی ہیں تو لوگوں میں اتنی جرأت اور ہمت پیدا ہوتی ہے کہ وہ نہ ہوتے ہوئے بھی اپنے مال خرچ کر دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ جماعت کو اس طرح قربانی کرنے والے ہمیشہ عطا فرماتا رہے اور ان پر اپنے فضلوں کی بارش بھی برساتا رہے۔

چندوں کے بارہ میں بعض جماعتوں کے بعض استفسار ہوتے ہیں جو بعض لوگوں کی طرف سے ہوتے ہیں جن کے بارے میں سمجھتا ہوں کہ وضاحت کر دوں۔ ایک تو یہ کہ آج کل وصیت کی طرف بہت توجہ ہے۔ اور وصیت کی طرف توجہ تو ہو گئی ہے لیکن تربیت کی کافی کمی ہے۔ اس لئے **بعض موصیان یہ سمجھتے ہیں کہ کیونکہ ہم نے وصیت کی ہوئی ہے اس لئے ہم صرف وصیت کا چندہ دیں گے باقی ذیلی تنظیموں کے چندے یا مختلف تحریکات کے چندے ہم پر لاگو نہیں ہوتے۔** تو یہ واضح ہو، جیسا کہ مَیں نے پہلے بھی کہا ہے کہ اگر تو حالات ایسے ہوں کہ تمام چندے نہ دے سکتے ہوں تو اس کی اجازت لے لیں۔ ورنہ توقع ایک موصی سے یہ کی جاتی ہے کہ ایک موصی کا معیار قربانی دوسروں کی نسبت، غیر موصی کی نسبت زیادہ ہونا چاہئے۔ تو اگر وصیت کا صرف کم سے کم 1/10 حصہ سے دے کر باقی چندے نہیں دے رہے تو ہو سکتا ہے غیر موصی دوسرے چندے شامل کر کے موصیان سے زیادہ قربانی کر رہے ہوں۔ تو اس لحاظ سے واضح کر دوں کہ کوئی بھی چندہ دینے والا، چاہے وہ موصی ہیں یا غیر موصی ہیں اگر توفیق ہے تو تمام تحریکات میں چندے دینے چاہئیں کیونکہ ہر تحریک اپنی اپنی ضرورت کے لحاظ سے بڑی اہم ہے۔

پھر ایک چیز یہ ہے کہ جیسا کہ مَیں نے کہا کہ اصل مقصد چندوں کا اللہ تعالیٰ کا قرب پانا ہے، نہ کہ پیسے اکٹھے کرنا۔ اس لئے بالکل صحیح طریق سے بغیر کسی چیز کو، اپنی آمد کو چھپائے بغیر، اپنے بجٹ بنوانے چاہئیں جو کہ سال کے شروع میں جماعتوں میں بنتے ہیں۔ اور بجٹ بہرحال صحیح آمد پہ بننا چاہئے۔ اس کے بعد اگر توفیق نہیں تو چندوں کی چھوٹ لی جا سکتی ہے۔

پھر ایک اور بات ہے جس کی طرف مَیں عرصے سے توجہ دلا رہا ہوں کہ **نومبائعین کو مالی نظام میں شامل کریں۔ یہ جماعتوں کے عہدیداروں کا کام ہے۔** جب نومبائعین مالی نظام میں شامل ہو جائیں گے تو جماعتوں کے یہ شکوے بھی دور ہو جائیں گے کہ نومبائعین سے ہمارے رابطے نہیں رہے۔ یہ رابطے پھر ہمیشہ قائم رہنے والے رابطے بن جائیں گے اور یہ چیز ان کے تربیت اور ان کے تقویٰ کے معیار بھی اونچے کرنے والی ہو گی۔ تو جیسا کہ مَیں نے کہا کہ قرآن کریم میں مالی قربانیوں کے بارے میں بے شمار ہدایات ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ جو بھی فضل فرماتا ہے ان کو اس میں بھی شامل کرنا چاہئے۔

پھر زکوٰۃ کی ادائیگی کے بارے میں بعض سوال ہوتے ہیں۔ یہ بنیادی حکم ہے۔ **جن پر زکوٰۃ واجب ہے ان کو ضرور ادا کرنی چاہئے** اور اس میں بھی کافی گنجائش ہے۔ بعض لوگوں کی رقمیں کئی کئی سال بنکوں میں پڑی رہتی ہیں اور ایک سال کے بعد بھی اگر رقم جمع ہے تو اس پہ بھی زکوٰۃ دینی چاہئے۔ پھر عورتوں کے زیورات ہیں ان پر زکوٰۃ دینی چاہئے۔ جو کم از کم شرح ہے اس کے مطابق ان زیورات پہ زکوٰۃ ہونی چاہئے۔ پھر بعض زمینداروں پر زکوٰۃ واجب ہوتی ہے ان کو اپنی زکوٰۃ ادا کرنی چاہئے۔ تو یہ ایک بنیادی حکم ہے اس پر بہرحال توجہ دینے کی ضرورت ہے۔

اس مالی قربانی کے ضمن میں ایک دعا کی بھی درخواست کرنی چاہتا ہوں۔ جیسا کہ مَیں نے ایک دفعہ اعلان کیا تھا بلکہ شاید دو دفعہ کر چکا ہوں، کہ طاہر ہارٹ انسٹیٹیوٹ جو ربوہ میں بن رہا ہے اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے بڑی خوبصورت عمارت ہے اور بڑا اعلیٰ اور معیاری انسٹیٹیوٹ بن رہا ہے، دل کی بیماریوں کے لئے۔ اس کے لئے مَیں نے دنیا کے ڈاکٹروں کو تحریک کی تھی کہ وہ اس میں خاص طور پر حصہ لیں اور قربانیاں کریں۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے امریکہ کے ڈاکٹرز نے اس کے خرچ کی بہت بڑی ذمہ داری اپنے اوپر لی ہے۔ تقریباً ایکوپمنٹ (equipment) وغیرہ کا سارا خرچ وہی ادا کریں گے اور یہ بہت بڑا خرچ ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے انہوں نے ایک بہت بڑی رقم جمع بھی کر لی ہے اور وعدے بھی کئے ہیں۔ ان کے لئے بھی دعا کی درخواست ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو جزا دے اور یہ توفیق دے کہ وہ جلد اپنے وعدے پورے کرنے والے بھی ہوں۔ لیکن امریکہ کی جماعت کو بھی یاد رکھنا چاہئے کہ اس بہت بڑی قربانی کی وجہ سے کہیں ان کے لازمی چندہ جات میں فرق نہ پڑے۔ وہ بہرحال متاثر نہیں ہونے چاہئیں۔

اللہ تعالیٰ ان سب قربانی کرنے والوں کے لئے جو بھی اللہ کی راہ میں قربانی کر رہے ہیں ان کے اموال ونفوس میں بے انتہا برکت عطا فرمائے۔ یہ تو اللہ تعالیٰ کا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے وعدہ ہے کہ سلسلہ کی ترقی کے لئے جس چیز کی بھی ضرورت ہو گی اور جن اموال کی بھی ضرورت ہے وہ انشاء اللہ میسر ہو جائیں گے، مہیا ہو جائیں گے۔

جیسا کہ آپؑ فرماتے ہیں: ’’اور خدا تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ وہ اس سلسلہ کو ترقی دے گا اس لئے امید کی جاتی ہے کہ اشاعت اسلام کے لئے ایسے مال بہت اکٹھے ہو جائیں گے۔‘‘

تو یہ تو کوئی فکر نہیں ہے کہ مال نہیں ملے گا، ضرورت پوری نہیں ہو گی۔ لیکن ہمیں یہ دعا کرتے رہنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق دے کہ ہم ان مالی قربانیوں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے والے ہوں اور قربانیوں کے اعلیٰ معیار قائم کرنے والے ہوں۔ اور پھر اللہ تعالیٰ کے فضلوں کے وارث بنیں۔

دعا کی ایک اور درخواست ہے کہ انشاء اللہ اس ہفتے کے دوران میں مَیں آسٹریلیا وغیرہ اور دوسرے چند ممالک کے چند ہفتوں کے لئے دورے پہ جا رہا ہوں۔ دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ہر لحاظ سے اس دورے کو بابرکت فرمائے اور ہر لحاظ سے کامیاب فرمائے جو وہاں کے احمدیوں کے لئے بھی بابرکت ہو۔ اور سفر میں بھی ہمیں حفاظت میں رکھے۔

سرسبز وشاداب پہاڑوں کی سرزمین
سوازی لینڈ
میں جماعت کا قیام اور پہلی مسجد کی تعمیر

(رپورٹ:ظہیر احمد کھوکھر ۔مبلغ سلسلہ جنوبی افریقہ)

الحمدللہ ، صدالحمدللہ ! حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی جماعت کو دنیا کے ایک دور دراز ملک یعنی سوازی لینڈ میں خدائے واحد کی عبادت کے لئے مسجد کی تعمیر کی توفیق ملی ہے۔ ان سینکڑوں ممالک کی فہرست میں ایک اور ملک کے نام کا اضافہ ہوا جہاں جماعت احمدیہ قائم ہوئی اور پھر پہلی مسجد کی تعمیر ہوئی۔

قبل اس کے کہ اس ملک میں جماعت کے قیام اور مسجد کی تعمیر کی تفصیل لکھی جائے اس ملک کا مختصر تعارف کروانا مناسب ہوگا۔

سوازی لینڈ کا مختصر تعارف

براعظم افریقہ کے نہایت جنوبی حصہ میں واقع یہ ملک (سوازی لینڈ) اپنی تین اطراف یعنی شمال، جنوب اور مغرب کی طرف سے جنوبی افریقہ سے گھرا ہوا ہے۔ اور مشرق کی جانب موزمبیق کی سرحد ہے۔

یہ ملک بھی براعظم افریقہ اور دنیا کے دیگر ممالک کی طرح بیرونی استعماری طاقتوں کے قبضہ میں رہا ہے۔ براعظم افریقہ کے اس جنوبی علاقہ میں پہلے تو پرتگیزی حملہ آور ہوئے اور اپنا قبضہ جمایا اور پھر اس کے ساتھ ہی برطانوی آبادکار لوگ بھی یہاں آگئے اور اس خطے کو اپنے قبضہ میں لے لیا اور مکمل طور پر اس خطے میں گرفت مضبوط کرلی۔

آہستہ آہستہ آزادی کی تحریکیں جنم لیتی رہیں اور بالآخر 1968ء میں ملک سوازی لینڈ کو آزادی دے دی گئی۔

اس ملک کا رقبہ 17,200 مربع کلو میٹر ہے۔ جبکہ آبادی 900,000 (نو لاکھ) ہے۔

مذہب کی تقسیم اس طرح شمار کی جاتی ہے:

عیسائی 60 فیصد، دیگر علاقائی و روایتی مذہب کے پیروکار 40 فیصد اور شرح خواندگی 78 فیصد ہے۔ آبادی کے لحاظ سے یہ ملک اس پہلو سے منفرد ہے کہ 95 فیصد لوگ ایک ہی لسانی گروپ سے تعلق رکھتے ہیں۔ گویا آبادی کی اکثریت ایک ہی قبیلہ سے تعلق رکھتی ہے۔

طرز حکومت

اس وقت یہاں طرز حکومت بادشاہت ہے۔ اس وقت حکمران بادشاہ 1986ء سے برسراقتدار ہے۔ بنیادی طور پر یہاں Siswazi زبان اور انگریزی بولی جاتی ہے۔ بلندو بالا سرسبز اور خوبصورت پہاڑوں کی اس سرزمین میں دنیا کی سب سے بڑی Wetland بھی پائی جاتی ہے۔

پیداوار

پیداوار کے لحاظ سے یہاں سب سے زیادہ پیدا ہونے والی فصل گنا (Suger Cane) ہے۔ اور پھر بڑے پیمانے پر مصنوعی جنگلات اس غرض سے اگائے گئے ہیں کہ ان کی لکڑی سے کاغذ کی بہت بڑی صنعت یہاں موجود ہے۔ سینکڑوں میل لمبے علاقے میں اگائے ہوئے یہ درخت ایک ترتیب سے نظر آتے ہیں اور خوبصورت نظارہ پیش کرتے ہیں۔

اگرچہ طرز زندگی یہاں بہت زیادہ ایڈوانس نہیں اور لوگوں کی اکثریت دیہی علاقوں میں رہائش پذیر ہے لیکن قدرت نے اس ملک کوئی وسائل سے نوازا ہے جن کو استعمال میں لانے کی ضرورت ہے۔

احمدیت کا پیغام اور جماعت کا قیام

سوازی لینڈ ان ملکوں میں سے ایک ملک ہے جہاں احمدیت کا پودا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ کے دور میں لگا جب حضور نے دنیا بھر کے ممالک کو بیعتوں کے ٹارگٹ عطا فرمائے۔ اور یہ ملک جنوبی افریقہ کے سپرد ہوا۔

1998ء میں یہاں ایک لمبے عرصہ کے بعد آنے والے مربی سلسلہ محترم عبدالرشید یحییٰ صاحب نے اس کام کو منظّم کیا۔ اور خاص طور پر جوہانسبرگ جماعت کے ایک ممبر مکرم اعجاز احمد چوہدری صاحب کے پے در پے دوروں اور رابطوں کے نتیجہ میں چند لوگوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پیغام کو قبول کرنے کی سعادت حاصل کی۔ الحمدللہ۔

آہستہ آہستہ یہ تعداد بڑھنے لگی اور اب ضرورت اس بات کی تھی کہ یہاں ان کی تعلیم وتربیت کے لئے کسی معلم کا تقرر کیا جائے۔ چنانچہ 2001ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ کی منظوری سے گھانا سے ایک مربی سلسلہ کا تقرر ہوا۔ اور اپریل 2002ء کو وہ یہاں پہنچ گئے اور جتنے لوگ اس وقت تک جماعت میں داخل ہو چکے تھے ان کی تعلیم وتربیت کا باقاعدہ انتظام ہوگیا۔

جہاں یہ نومبائع تربیت حاصل کرتے رہے وہاں مزید بیعتیں بھی ہوئیں اور چار مختلف جگہوں پر جماعت کا قیام ہوگیا۔ چنانچہ اب جبکہ احمدیوں کی تعداد مسلسل بڑھ رہی تھی یہ ضرورت محسوس ہوئی کہ ان افراد کی نماز باجماعت، کلاسز اور اجلاسوں وغیرہ کے لئے مسجد ہونا بھی ضروری ہے۔ جبکہ اس وقت تک مختلف افراد کے گھروں میں تمام جماعتی پروگرامز منعقد ہوتے تھے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی منظوری سے مناسب زمین کی تلاش شروع کی گئی اور اس علاقہ میں پہلی مسجد بنانے کا پروگرام طے ہوا جہاں سب سے پہلے بیعتیں حاصل ہوئی تھیں۔

اس دوران خاکسار نے اس ملک کے دورے کئے تاکہ مناسب جگہ حاصل کی جاسکے۔ چنانچہ اسی علاقے میں ایک احمدی چیف نے مسجد کے لئے زمین الاٹ کرنے کی پیشکش کی اور زمین کے حصول کا کام مکمل کرلیا گیا۔ اس کے بعد ستمبر 2005ء میں وہاں متعین معلم مکرم عباس بن سلیمان صاحب کے مشورہ سے سنگ بنیاد رکھنے کا دن مقرر کیا گیا اور مورخہ 9/ستمبر کو خاکسار ایک وفد کے ہمراہ سوازی لینڈ میں تعمیر ہونے والی جماعت کی پہلی مسجد کے سنگ بنیاد کے لئے جنوبی افریقہ سے روانہ ہوا۔ چھ گھنٹے کے سفر کے بعد یہ وفد جوہانسبرگ سے اس مقام پر پہنچ گیا جہاں تقریب سنگ بنیاد تھی۔ اور دعاؤں کے ساتھ درج ذیل افراد نے مسجد کی بنیاد کے لئے اینٹیں رکھنے کی سعادت حاصل کی۔

خاکسار ظہیر احمد کھوکھر مبلغ انچارج جنوبی افریقہ۔ مکرم اعجاز احمد چوہدری صاحب صدر جماعت جوہانسبرگ، علاقہ کے احمدی چیف، سوازی لینڈ کے معلم مکرم عباس بن سلیمان صاحب۔ اس کے علاوہ لجنہ کی طرف سے تین ممبرات نے اینٹیں رکھیں۔ اس تقریب کے بعد تمام افراد کی خدمت میں کھانا پیش کیا گیا۔

مسجد کا افتتاح

مورخہ 7/جنوری 2006ء کا دن جماعت احمدیہ سوازی لینڈ کی تاریخ کا نہایت اہم دن ہے۔ اس دن یہاں تعمیر ہونے والی جماعت کی پہلی مسجد کا افتتاح کیا گیا۔ افتتاحی تقریب کا آغاز تلاوت قرآن کریم سے ہوا اور اس کا دو زبانوں میں ترجمہ پیش کیا گیا۔ بعدازاں مکرم عباس بن سلیمان صاحب نے اس تقریب کا تعارف کروایا اور بتایا کہ مسجد کی تعمیر Talk of the Town بن گئی ہے۔ دور دور تک لوگ اس مسجد کے بارہ میں گفتگو کر رہے ہیں۔ اس کے بعد علاقہ کے Head Man نے اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے اس مسجد کی تعمیر پر خوشی کا اظہار کیا ۔

آخر پر خاکسار نے اسلام کا تعارف کروایا اور پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی آمد کا ذکر کیا۔ اور اسلام میں مسجد کی اہمیت بیان کرنے کے علاوہ براعظم افریقہ میں جماعت کی مذہبی، طبی اور تعلیمی خدمات کا بھی ذکر کیا۔ اس کے بعد اجتماعی دعا کروائی۔ دعا کے بعد مکرم عباس صاحب نے نماز ظہر کے لئے اس مسجد میں پہلی اذان دی اور نماز ظہر ادا کی گئی۔

الحمدللہ حضرت مسیح موعودؑ کے ماننے والوں کو خدائے واحد کی عبادت کے لئے ایک اور ملک میں مسجد کی تعمیر کی توفیق ملی اور یہ سلسلہ قیامت تک جاری رہے گا۔ انشاءاللہ

❋❋❋❋❋❋

نائیجیریا ۔ایک تعارف

محل وقوع

نائیجیریا مغربی افریقہ کا ایک ملک ہے۔ اس کے شمال میں نائیجر، مشرق میں کیمرون، مغرب میں بنین اور جنوب میں بحراوقیانوس واقع ہے ۔ساحل 853 کلومیٹر لمبا ہے۔ اس کا کل رقبہ 923770 مربع کلو میٹر ہے ۔دو مشہور دریا نائیجر اور Benue اس میں سے گزرتے ہیں۔

آبادی

1995ء میں مختلف اداروں نے آبادی کا سروے کیا جس کے نتیجہ میں مندرجہ ذیل اعداد وشمار سامنے آئے۔ ورلڈ بینک کے نزدیک نائیجیریا کی آبادی 114 ملین ہے، اقوام متحدہ کے سروے کے مطابق 127 ملین ہے ۔مگر ملک کے قومی آبادی کمیشن کے اعلان کے مطابق اس کی آبادی 108.5 ملین ہے ۔ان اعداد وشمار کے مطابق نائیجیریا تمام افریقی ممالک سے زیادہ گنجان آباد ملک ہے۔

آب وہوا

نائیجیریا خط استواء اور خط سرطان کے درمیان واقع ہونے کی وجہ سے گرم موسم رکھتا ہے ۔یہاں دو ہی موسم ہوتے ہیں۔ بارش کا موسم جومئی سے ستمبر تک رہتا ہے اور دوسرا خشک موسم جو باقی سارا سال رہتا ہے ۔دسمبر اور جنوری میں کچھ سردی ہوجاتی ہے اور سویٹر پہننے کی ضرورت پڑتی ہے۔

معیشت

نائیجیریا زرعی اعتبار سے بہت خوش قسمت ہے ۔ ملک کے اکثر حصے کی زمین بہت زرخیز ہے۔ تقریباً سارا سال موسم گرم معتدل رہتا ہے اور بارشیں خوب ہوتی ہیں۔ اس لئے فصلیں بہت خوب اگتی ہیں۔ ملک کا 80% حصہ کاشتکاری کے قابل ہے ۔1960ء سے پہلے نائیجیریا خوراک کے معاملے میں خودکفیل تھا۔ مگر نائیجیریا کو قدرت نے تیل سے بھی نوازا ہوا ہے اور تیل کی صنعت کی ترقی کی وجہ سے زراعت کی طرف حکومت کی توجہ کم ہوگئی۔ نیز آبادی کے بڑھ جانے سے خوراک کم پڑنے لگی اور نائیجیریا کو خوراک کی کافی مقدار امپورٹ کرنا پڑی۔

نائیجیریا کیشونٹ، کساوا، مونگ پھلی، مکئی، چاول، یام، پام آئل کے علاوہ کپاس، ربڑ، سویابین بھی کافی مقدار میں پیدا کرتا ہے۔

معدنیات

پٹرولیم (Crude oil)۔ نائیجیریا پٹرولیم کا سب سے بڑا پروڈیوسر ملک ہے۔ اس ملک سے جو تیل نکلتا ہے اس میں سلفر کی مقدار بہت کم ہوتی ہے اس لئے بطور ایندھن استعمال کرنے پر ہوا میں کثافت کم ہوتی ہے جس کی وجہ سے یہ تیل بہت پسند کیا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ کوئلہ، کولمبائٹ Columbite، سونا، Lead، لائم سٹون، ماربل، Manganese، نمک Zinc، یورینیئم، ٹن اور قدرتی گیس وافر مقدار میں نکالی جاتی ہے۔

ان تمام معدنی وسائل کے باوجود نائیجیریا ایک تیسری دنیا کا ملک گنا جاتا ہے جہاں معیار زندگی بہت نیچے گرا ہوا ہے۔

کرنسی

اس ملک کی کرنسی کا نام نائرا ہے۔(Naira)

مذاہب

ملک کی آبادی میں مذاہب کا تناسب یوں ہے۔

عیسائی 45%، مسلمان 45%، دیگر مذاہب اور مشرکین 10% ہے۔

تجارتی اشیاء کی درآمد و برآمد

نائیجیریا سب سے زیادتی اشیاء برطانیہ سے امپورٹ کرتا ہے اس کے علاوہ امریکہ، جرمنی، فرانس، ہالینڈ اور برازیل سے بھی۔ مشینری، ٹرانسپورٹ کے آلات، خوراک، جانور، تیل، گھی، شراب، تمباکو، کیمیکل اور ٹیکسٹائل درآمد کرتا ہے۔

نائیجیریا امریکہ، جرمنی، فرانس، اٹلی، برازیل، سپین اور انڈیا کو پٹرولیم، کوکا، ربڑ، کپاس، یام اور چمڑہ برآمد کرتا ہے۔

❋❋❋❋❋

بقیہ: جہاد کے متعلق بصیرت افروز صحیح اسلامی نظریہ از صفحہ نمبر4

سال پر محیط ایک کثیر النسل وعقیدہ معاشرہ (Plural Socity) قائم رکھنے میں کامیاب ہو گئے جس کی مثال تاریخ انسانی میں نہیں ملتی۔ مسلمانوں کی حکومت کے دو واضح اصول مذہبی آزادی اور معاشرتی انصاف تھے۔ ہندوستان میں اپنی کثیر التعداد رعایا کے ساتھ مسلمان کا میل جول عدل وانصاف و رواداری اور مروت وشفقت پر مبنی تھا اور ہندو رعایا انکی مداح اور قدردان تھی بلکہ ان پر دل و جان سے فدا تھی .....بقول پروفیسر تھامس آرنلڈ ’’اسلام کی تبلیغ جو مسلمانوں کا اہم نصب العین تھا بزور شمشیر نہیں کی گئی تھی- تمدنی طور پر مسلمانوں نے ہندوستان کی تہذیب پر نمایاں اثرات مرتب کئے‘‘ بقول ڈاکٹر تاراچند’’ یہ بلند مرتبہ لوگ تھے اور یقیناً ان کے ساتھ کثیر تعداد میں کم شہرت یافتہ اہل دین تھے جو ہندوستان آئے اور جدوجہد کرتے رہے‘‘۔

(مضمون مطبوعہ ’’نوائے وقت‘‘ مورخہ 15-12-2002)

قارئین کرام کی خدمت میں ہم نے چھ سات حوالے عصرِ حاضر کے معروف اہل علم وقلم کے پیش کئے ہیں جنہوں نے اسلام کی امن و سلامتی اور احترام انسانیت کی صحیح اور سچی تعلیم کو واضح الفاظ اور مدلّل انداز میں اپنی تحریروں میں اجاگر کیا ہے اور اس طرح اللہ تعالیٰ کے فضل سے حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کی پیش کردہ اُس ربانی اور دینی تعلیم کی فوقیت اور حقانیت مزید روزِ روشن کی طرح واضح اور مستحکم ہو جاتی ہے جو حضرت اقدسؑ نے دین حق کا سچا چہرہ دکھانے اور مخالفین کے غلط اعتراضات کا مسکت جواب دینے کے لیے اپنی مختلف کتب میں پوری تحدی اور سچائی کے ساتھ پیش کی ہے۔

مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ کی ایک اور خصوصیت

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مذہب کے نام پر قتل و غارت پر اصرار کرنے والے مخالفین کے ایک بے بنیاد اعتراض کا ذکر کیا ہے اور اس کا نہایت ہی اطمینان بخش اور ایمان افروز جواب دیا ہے۔ آپ اپنے رسالہ ’’گورنمنٹ انگریزی اور جہاد‘‘ میں اِن مخالفین کے متعلق فرماتے ہیں:

’’یہ خیال ان کا ہرگز صحیح نہیں ہے کہ جب پہلے زمانہ میں جہاد روا رکھا گیا ہے تو پھر کیا وجہ ہے کہ اب حرام ہو جائے؟۔ اس کے ہمارے پاس دو جواب ہیں۔ ایک یہ کہ یہ خیال قیاس مع الفارق ہے اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہرگز کسی پر تلوار نہیں اٹھائی بجز ان لوگوں کے جنہوں پہلے تلوار اٹھائی اور سخت بے رحمی سے بے گناہ اور پرہیزگار مردوں اور عورتوں اور بچوں کو قتل کیا- اور ایسے دردانگیز طریقوں سے مارا کہ اب بھی ان قصوں کو پڑھ کر رونا آتا ہے۔

دوسرے یہ کہ اگر فرض بھی کرلیں کہ اسلام میں ایسا ہی جہاد تھا جیسا کہ ان مولویوں کا خیال ہے- تاہم اس زمانہ میں وہ حکم قائم نہیں رہا۔ کیونکہ لکھا ہے کہ جب مسیح موعود ظاہر ہو جائے گا تو سیفی جہاد اور مذہبی جنگوں کا خاتمہ ہو جائے گا۔ کیونکہ مسیح نہ تلوار اٹھائے گا اور نہ کوئی اور زمینی ہتھیار ہاتھ میں پکڑے گا بلکہ اس کی دُعا اس کا حربہ ہوگا۔ اور اس کی عقد ہمت اسکی تلوار ہوگی۔ وہ صلح کی بنیاد ڈالے گا اور بکری اور شیر کو ایک ہی گھاٹ پر اکٹھے کرے گا۔ اور اس کا زمانہ صلح اور نرمی اور انسانی ہمدردی کا زمانہ ہوگا- ہائے افسوس! کیوں یہ لوگ غور نہیں کرتے کہ تیرہ سو برس ہوئے کہ مسیح موعود کی شان میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے منہ سے کلمہ یَضَعَ الْحَرْب جاری ہو چکا ہے جس کے یہ معنے ہیں کہ مسیح موعود جب آئے گا تو لڑائیوں کا خاتمہ کر دے گا۔ اور اسی کی طرف اشارہ اس قرآنی آیت کا ہے- ﴿حَتّٰی تَضَعَ الحَربُ اَوْ زَارَهَا﴾ (محمد:۵) دیکھو صحیح بخاری موجود ہے۔ جو قرآن شریف کے بعد اصح الکتب مانی گئی ہے۔ اس کو غور سے پڑھو اے اسلام کے عالمو اور مولویو! میری بات سنو! میں سچ سچ کہتا ہوں کہ اب جہاد کا وقت نہیں ہے خدا کے پاک نبی کے نافرمان مت بنو مسیح موعود جو آنے والا تھا آچکا۔‘‘

(گورنمنٹ انگریزی اورجہاد ۔روحانی خزائن جلد 17 صفحہ9-8)

کونسا جہاد جاری ہے

اِس بارہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام یہ اصل واضح فرماتے ہیں:

’’یعنی اس وقت لڑائی کرو جب تک کہ مسیح کا وقت آجائے۔ یہی ﴿تَضَعَ الحَربُ اَوْ زَارَهَا﴾ (محمد:۵) ہے۔ ’’قرآن شریف میں خدا تعالیٰ فرماتا ہے ﴿قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا﴾ (الشمس:۱۰) یعنی وہ نفس نجات پا گیا جو طرح طرح کے مَیلوں اور چرکوں سے پاک کیا گیا۔ دیکھو میں ایک حکم لے کر آپ لوگوں کے پاس آیا ہوں وہ یہ ہے کہ **اب سے تلوار کے جہاد کا خاتمہ ہے** مگر اپنے نفسوں کے پاک کرنے کا جہاد باقی ہے- اور یہ بات مَیں نے اپنی طرف سے نہیں کی بلکہ خدا کا یہی ارادہ ہے۔ صحیح بخاری کی اس حدیث کو سوچو جہاں مسیح موعود کی تعریف میں لکھا ہے کہ یَضَعُ الحرب یعنی مسیح جب آئے گا تو دینی جنگوں کا خاتمہ کر دے گا۔ سو مَیں حکم دیتا ہوں کہ جو میری فوج میں داخل ہیں۔ وہ ان خیالات کے مقام سے پیچھے ہٹ جائیں۔ دلوں کو پاک کریں اور اپنے انسانی رحم کو ترقی دیں اور دردمندوں کے ہمدرد بنیں۔ زمین میں صلح پھیلاویں کہ اس سے ان کا دین پھیلے گا‘‘۔ (گورنمنٹ انگریزی اورجہاد ۔روحانی خزائن جلد 17 صفحہ15)

انسانی فطرت کے عین مطابق

قرآن کریم کی تعلیم جس کی تشریح ہم حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے کئی حوالوں سے کر چکے ہیں صحیح دینی تعلیم اور انسانی فطرت کے عین مطابق ہے- خون خرابا کرنا اور مذہب کے نام پر قتل وغارت روا رکھنا اِسلام کی تعلیم کے بالکل منافی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو فطرتِ صحیحہ پر پیدا کیا ہے جس کا تقاضا یہی ہے کہ انسان دوسرے انسان کا احترام کرے اور اس سے صلح صفائی کا سلوک کرے یعنی صرف مجبوری اور دفاع کی غرض سے مقابلہ کرنے کی اجازت ہونی چاہئے۔ موجودہ زمانہ میں یعنی حضرت مسیح موعود کے دور میں مسلمانوں نے جہاد کے غلط معنی لے کر اور اس پر غلط طریقے سے عمل کر کے بے حد جانی و مالی دینی نقصان اُٹھایا ہے اور ہزیمت سے دوچار ہوئے ہیں۔ آج دنیا بھر میں انہیں فسادی، متشدد، دہشت گرد اور ظالم گردانا جا رہا ہے جس کا جس قدر بھی ماتم کیا جائے کم ہے۔

یہ بھی اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اب مسلمانوں کے کچھ اہلِ فراست مدبرین پر واضح ہوتا جا رہا ہے کہ جہاد کے غلط معنوں نے امت مسلمہ کو کتنا نقصان پہنچایا ہے اور اِس خرابی کا مداوا یہی ہے کہ اُمّتِ مسلمہ کو صلح و امن اور احترام آدمیت کا صحیح اسلامی درس دیا جائے۔ آیئے چند اہل علم وفکر حضرات کے بیانات پڑھتے ہیں۔

ا-مولانا فضل الرحمٰن کا اعترافِ حقیقت

اور تو اور خود (علمائے ظاہر سے تعلق رکھنے والے) مولانا فضل الرحمٰن (امیر جمعیت العلمائے اِسلام و سیکرٹری جنرل متحدہ مجلس عمل) نے نئی دہلی جا کر یہ بیان دیا جو قومی اخبارات میں جلی سرخیوں سے شائع ہوا :

’’ مَیں ان تمام لوگوں کی نمائندگی کرتا ہوں جو مذاکرات پر یقین رکھتے ہیں اور جہاد کے نام پر معصوم افراد کے قتل کو ذریعہ نہیں بناتے...... جہاد وہ نہیں جو ہندوستان یا مغربی میڈیا کہتا ہے۔ اسلام کا نظریہ ہے کہ جہادِ اکبر کسی دوسرے کے خلاف نہیں بلکہ اپنے نفس کے خلاف ہوتا ہے۔ برائی، ناانصافی، عدم مساوات ناخواندگی اور جہالت کے خلاف ہوتا ہے۔ تمام مسلمانوں کو اس جہاد پر توجہ دینی چاہئے۔‘‘

(’’نوائے وقت‘‘ مورخہ 22جولائی 2003ء صفحہ1,8)

2-سعودی عرب کے ولی عہد شہزادہ عبداللہ کا بیان

’’ اسلام رواداری کا، درمیانی راستے کا مذہب ہے۔ نفرت کی تجارت کرنے اور اختلاف کو فروغ دینے والوں کی اسلام میں کوئی جگہ نہیں ہے۔ شہزادہ عبداللہ نے کہا کہ اسلامی معاشرے میں جو لوگ رہتے ہیں وہ اگر مسلمان ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں تو پھر ہمیں انہیں تسلیم کر لینا چاہئے۔ ہمیں ان کی نیتوں کو ٹٹولنے کی کوشش نہیں کرنا چاہئے اور نہ ان کے سینے چیر کر دیکھنا چاہئے کہ وہ کیسے مسلمان ہیں۔ شہزادہ عبد اللہ نے کہا کہ جو لوگ اسلام کا دعویٰ کر کے معصوم لوگوں کو قتل کرتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ ہم اسلام کی خاطر ایسا کر رہے ہیں وہ جھوٹ بولتے ہیں۔‘‘

(’’نوائے وقت‘‘ مورخہ 20 2003ء صفحہ15)

3-مفتی اعظم سعودی عرب شیخ عبدالعزیز کا انتباہ

’’ اسلام کی غلط تشریح کرنے والوں کو نظرانداز کر دیں۔ انہوں نے کہا کہ انتہا پسند یہ سمجھتے ہیں کہ اللہ کی راہ میں لڑ رہے ہیں حالانکہ ایسا نہیں ہے۔ انہوں نے کہا کہ یہ لوگ جہاد کے نعرے لگا کر نوجوانوں کو اپنی جانب متوجہ کرتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ یہ جہاد نہیں ہے- انہوں نے کہا کہ اسلام کو اپنے مفادات کے لئے استعمال کرنے والے کسی بھی صورت دین کی کوئی خدمات نہیں کر رہے‘‘۔

(’’نوائے وقت‘‘ مورخہ24اگست2003ء صفحہ3)

4-مفتی اعظم سعودی عرب کے خطبہ حج سے اقتباسات (برموقع حج 2004ء)

الشیخ نے اپنے خطبہ حج میں دہشت گردی کو اسلام کے منافی قرار دیتے ہوئے اس کی شدید مذمت کی ہے اور کہا ہے کہ جہاد کے نام پر اللہ کے بندوں کو نقصان پہنچانے والا اللہ کا بدترین دشمن ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میں نے اپنے اوپر ظلم حرام کر دیا تو دوسرے بھی ظلم نہ کریں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا جو اللہ کے بندوں کو قتل کرتا ہے، ان کے جان و مال کو تباہ کرتا ہے، اسے سولی پر چڑھا دیا جائے اور نشان عبرت بنا دیا جائے۔......دہشت گردی اور تفرقہ پھیلانے والے مسلمان نہیں ہو سکتے نہ ہی مسلمان دوسرے بھائی کو کافر قرار دے سکتا ہے۔ مفتی اعظم نے کہا کہ اے اللہ! ہم دعا کرتے ہیں کہ آپ ہمارے دلوں کو جوڑ دیں- ہماری ذلت کو عزت میں بدل دیں- اے اللہ! ہمارے اعمال کی اصلاح فرما دے‘‘۔

(ب)’’ دنیا والوں کو جان لینا چاہیے کہ اسلام امن، ہدایت اور خیر کا دین ہے..........انہوں نے کہا کہ ہم کون ہوتے ہیں جو دوسروں کی زندگیوں اور موت کا فیصلہ کریں۔ ہم کون ہوتے ہیں جو انہیں قتل اور تباہ کریں۔ آج انہی لوگوں کی وجہ سے اسلام اور دعوت اسلام کو شدید نقصان پہنچ رہا ہے اور اسلام کو بدنام کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے جبکہ اسلام امن و آشتی کا پیغامبر ہے- انہوں نے کہا کہ مسلمانوں کو اپنے تمام اعمال میں اللہ سے ڈرنا چاہیے‘‘۔

(’’نوائے وقت‘‘1-02-2004 صفحہ1)

5-اسلام امن ومحبت کا پیغام ہے اس کے پیغام کو دنیا کے سامنے اجاگر کرنے کی ضرورت ہے......انہوں نے دُنیا بھر کے مسلمانوں پر باہمی اتحاد اور عدل وانصاف کے قیام پر زور دیتے ہوئے کہا کہ مسلمانوں پر نہ صرف دوسرے مسلمانون کا خون اور جان و مال بلکہ کسی بے گناہ اور غیر مسلموں پر باہمی اتحاد اور عدل وانصاف کے قیام پر زور دیتے ہوئے کہا کہ مسلمانوں پر نہ صرف دوسرے مسلمانوں کا خون اور جان و مال بلکہ کسی بے گناہ اور غیرہ مسلموں کی عزت اور جان و مال بھی حرام ہے......انہوں نے مسلمانوں پر حصول علم پر زور دیتے ہوئے کہا کہ علم کو اہمیت نہ دینے والی قومیں برباد ہو جاتی ہیں علم دین کا اہم جزو ہے ہمیں سیاست ، اقتصادیات اور زراعت جیسے دوسرے علوم پر بھی دسترس حاصل کرنا ہوگی اور دوسری قوموں کی ہر اچھائی اپنانا ہوگی- انہوں نے کہا کہ ترقی کا راز قرآن وسنت کی پیروی میں پوشیدہ ہے۔ انہوں نے کہا کچھ مسلمانوں نوجوان گمراہی میں دوسرں کے ہاتھ میں کھیل کر مسلمانوں کے جان و مال سے بھی کھیل رہے ہیں- مسلمانوں کا یہ گمراہ ٹولہ مسلمانون کے لئے ہی نقصان کا باعث بن رہا ہے-‘‘ (مطبوعہ ’’نوائے وقت‘‘ مورخہ 20جنوری 2005ء صفحہ1)

اب آ گیا مسیح جو دیں کا امام ہے
دیں کی تمام جنگوں کا اب اختتام ہے
کیوں بھولتے ہو تم یَضَعُ الحرب کی خبر
کیا یہ نہیں بخاری میں دیکھو تو کھول کر
فرما چُکا ہے سید کونین مصطفیٰؐ
عیسیٰ مسیح جنگوں کا کر دے گا التوا
یہ حکم سن کے بھی جو لڑائی کو جائے گا
وہ کافروں سے سخت ہزیمت اٹھائے گا
اک معجزہ کے طور پر یہ پیش گوئی ہے
کافی ہے سوچنے کو اگر اہل کوئی ہے
ہم اپنا فرض دوستو اب کر چکے ادا
اب بھی اگر نہ سمجھو تو سمجھائے گا خدا

(منظوم کلام حضرت بانی سلسلہ احمدیہ۔ ازدرثمین)

❁❁❁❁❁❁

جماعت احمدیہ فرانس کے زیر اہتمام

بین المذاہب کانفرنس کا بابرکت انعقاد

(رپورٹ :سیکرٹری جنرل جماعت احمدیہ فرانس)

جماعت احمدیہ فرانس نے بروزاتوار مورخہ 29؍جنوری 2006ءکو بیت السلام ساں پری (Saint Prix) پیرس کے قریب ایک قصبہ جہاں جماعت احمدیہ فرانس کا مرکز ہے)میں مذاہب عالم کی ایک کانفرنس کااہتمام کیاجس میں اسلام اور عیسائیت نیز یہودیت اور سکھ مذہب کے نمائندگان نے شرکت کی اسی طرح ساں پری(Saint Prix) شہر کے میئر صاحب اپنے دو نمائندگان کے ساتھ شامل ہوئے۔اس کانفرنس میں پندرہ مختلف قوموں کے ۲۰ افراد شامل ہوئے۔

مکرم ومحترم امیر جماعت احمدیہ فرانس اشفاق احمد ربّانی صاحب کی زیر صدارت پروگرام کا آغاز تلاوت قرآن پاک سے ہوا جو مکرم فہیم احمد نیاز صاحب نے کی اور اس کا فرنچ ترجمہ مکرم سعید عدوی صاحب صدر مجلس خدام الاحمدیہ فرانس نے پیش کیا۔ اس کے بعد مکرم امیر صاحب نے اس کانفرنس کے مقاصد بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ جماعت احمدیہ پوری دنیامیں ''امن'' کی علمبردار ہے۔ آپ نے فرمایا کہ ''محبت سب کے لیے نفرت کسی سے نہیں'' ہمارااولین مطمحِ نظر ہے۔اسی حوالہ سے آج دنیا بھر کوامن کی دعوت دینے کے لئے ہم یہاں جمع ہوئے ہیں۔ یہ بات ہمارے لئے باعث فخر ہے کہ جماعت احمدیہ امن کی سوسال سے زائد تاریخ رکھتی ہے۔ اپنے تعارفی خطاب کے بعد مکرم امیر صاحب نے ساں پری (Saint Prix) کے میئر صاحب کو خطاب کی دعوت دی۔

میئر صاحب نے اپنے خطاب میں کانفرنس میں شمولیت کی دعوت پر امیر صاحب کاشکریہ ادا کیا اور کہا کہ ساں پری میں پہلی باراس قسم کی کانفرنس کا انعقادہو رہا ہے۔ اور ہمیں اس پر فخر ہے کے اس قدر اہمیت کی حامل کانفرنس ساں پری میں منعقد ہو رہی ہے۔

اس کے بعد مکرم عمر صاحب(سیکرٹری تبلیغ) نے تمام مہمانوں کا تعارف کرایا اور باری باری مہمانوں کو خطاب کیلئے دعوت دی۔ سب سے پہلے یہودیت کے نمائندہ Paris 19 کے راہب جناب بردا صاحب نے اپنا خطاب شروع کرتے ہوئے شکریہ ادا کیا اور کہا کے ان کے لئے یہ بڑا اعزاز ہے کہ انہیں اس کانفرنس میں شمولیت کی دعوت دی گئی اورمیرے لئے یہ امر باعث فخر ہے کہ مجھے بائبل اور طالمود سے اس اہم مجلس میں امن کے بارہ میں چندحوالہ جات پیش کرنے کا موقع مل رہاہے۔

حضرت داؤدعلیہ السلام کا ذکر کرتے ہوئے انہوں نے بتایا کہ حضرت داؤدؑ کا دورانتہائی پرامن دورتھا ان کے دور حکومت میں کبھی بھی جنگ نہیں ہوئی ۔انہوں نے امن اور پیار و محبت بڑھانے کے لیے اپنے پڑوسی کے ساتھ ہمیشہ اچھے تعلقات بڑھانے کی تعلیم دی۔یہودی راہب نے اپنے خطاب کے دوران ایک محاورہ پیش کیا کہ ''آج کا کام کل پر نہ ڈالو'' اور کہا کہ انسان اس دنیامیں کتنی دیر رہتا ہے۔یعنی گزراہواوقت گزر گیا ہےاورآنے والا وقت کسی نے نہیں دیکھا۔سب سے اہم وقت حال کے لمحات ہی ہیں اس لئے اگر ہم اپنے بچوں کو امن دینا چاہتے ہیں تو ہمیں ابھی سے امن کی دنیا کی تعمیر شروع کرنی چاہئے اور سب سے پہلے دوسروں کی طرف دیکھنے کے بجائے اپنے گھر سے اس کا آغاز کرنا چاہئے۔

بدھ مت کے نمائندہ مکرم Madalagama Venerable نے بھی سب سے پہلے اس کانفرنس میں شمولیت کی دعوت پرصدر مجلس کاشکریہ ادا کیا کہ انہوں نے اس قدراہم کانفرس منعقدکی ہے کیونکہ دنیامیں امن وقت کی اہم ترین ضرورت ہے۔ بدھ مت کی تعلیم سے امن کے بارہ میں چندحوالہ جات پیش کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ بدھ ازم میں امن کو ''شانتی'' کہتے ہیں اور جب انسان خودامن میں ہوتو دوسروں کوامن دے سکتا ہے۔آخر پر اپنی مذہبی کتاب سے ایک حوالہ پیش کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ ترویج امن کا ایک ہی قانون ہے کہ نفرت کے خلاف کوشش کی جائے یعنی کسی سے نفرت نہیں ہونی چاہئے۔

اس موقعہ پر جماعت کی نمائندگی کرتے ہوئے مربیِ سلسلہ مکرم ومحترم حافظ احسان سکندر صاحب نے ''اسلام امن کا مذہب'' کے موضوع پر بڑی عمدہ تقریر کی۔ انہوں نے واضح کیا کہ اسلام کی تعلیم کوصحیح طور پر سمجھا نہیں گیا خاص طور پر آجکل جہاد کے بارہ میں اسلامی تعلیم کو غلط رنگ میں پیش کیا جارہاہے۔انہوں نے فرمایا کہ اسلام امن کا مذہب ہے اور اسلام کے معنی ہی امن کے ہیں, سچا مسلمان وہی ہے جو خودامن میں رہتا ہے اوردوسروں کوامن کی تعلیم دیتا ہے۔ارشادباری تعالیٰ ہے ﴿لَا اِکْرَاہَ فِی الدِّیْنِ﴾ کہ دین میں جبر نہیں۔اسلام دوسرے مذاہب کی عزت اور احترام کا درس دیتا ہے۔ جہاد کے بارہ میں وضاحت کرتے ہوئے مربی صاحب نے فرمایا کہ اصل جہاداپنے نفس کی اصلاح کا جہاد ہے اور ہمارے آقا و مولیٰ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے جہاد اکبر قرار دیا ہے۔آپ نے فرمایا کہ امن صرف حکومتوں کے درمیان نہیں ہوتا بلکہ اس کا آغاز ہمارے گھروں سے ہونا چاہئے۔امن کبھی ممکن نہیں جب تک معاشرہ میں ہرسطح پر انصاف کے تقاضوں کو پورا نہ کیا جائے۔

ساں پری سے کیتھولک چرچ کے پادری جناب M.Yves Masson صاحب نے اپنے خطاب کے دوران کہا کہ سب مذاہب میں ایک قدر مشترک ہے اوروہ یہ کہ ہمارا خدا ایک ہے گو اس تک جانے کے راستوں میں اختلاف ہو سکتا ہے۔ انہوں نے انجیل سے Saint-Paul کا حوالہ پیش کرتے ہوئے کہا ہے کہ ''آپ اپنے بھائی سے محبت سے رہیں''

Goussain ville سے Protestant پادری جناب M.Mbou Makita Sostaine نے کہا بے شک ہم امن کے قیام کے بارے میں بات کرنے والے پہلے نہیں ہیں لیکن مجھے امید ہے کہ ہم آخری بھی نہیں ہیں۔انہوں نے بائبل سے Saint-Paul کا حوالہ پیش کیا کہ جب تک ہم نفرت کو اپنے دل سے دور نہیں کریں گے تب تک ہم امن قائم نہیں کرسکتے۔انہوں نے کہا کہ جب تک مذاہب آپس میں امن قائم نہیں کریں گے وہ دوسروں کو اسکی تعلیم کیسے دے سکتے ہیں۔

سکھ مذہب کے جناب قدرت سنگھ صاحب نے کہا کہ ہم ایسی دنیا میں رہ رہے ہیں جہاں ہمیں امن کی بہت ضرورت ہے۔انہوں نے کہا سکھ کے معنی ہیں خدمت کرنے والا۔جو اپنے نفس کو پہچان سکے۔انہوں نے کہا کہ انسانیت کی خدمت کے مختلف راستے ہیں مگر انسانیت ایک ہے۔آخر پرانہوں نے بابا گرونانک صاحب کا ایک فرمان بیان کیا کہ ''جیواور جینے دو''

مکرم ومحترم امیر صاحب فرانس اشفاق احمد ربّانی صاحب نے اپنے صدارتی خطاب میں اسلامی تعلیمات کی شائستگی اور جماعتی روایات پر روشنی ڈالتے ہوئے فرمایا جہاں حقوق اہم ہیں وہاں حقیقی امن کے قیام کے لئے فرائض کی ادائیگی کو بھی مدنظر رکھنے کاحکم ہے۔اپنے حقوق کا مطالبہ کرنے سے پہلے ضروری ہے کہ فرائض کی ادائیگی بھی احسن طریق پر کی جائے۔جس ملک میں ہم رہ رہے ہیں اسنے ہمیں بہت سی سہولتیں دے رکھی ہیں۔ہمیں چاہیے کےاس ملک کے قانون کا بھی پوراپورااحترام کریں۔

ساں پری (Saint Prix) کے میئر صاحب نے مکرم ومحترم امیر صاحب کے خطاب کو بہت سراہا۔ اخبار Le Parisien کوانٹرویودیتے ہوئے انہوں نے کہا: مجھے فخر ہے کہ جماعت احمدیہ کا ہیڈ آفس Saint prix میں ہے۔اس چھوٹے سے شہر میں اتنی عظیم کانفرنس کا انعقاد کرکے انہوں نے ہمارے شہر کی عزت کو چار چاند لگا دیئے ہیں۔

اس موقع پر فرانس میں یہودیوں کے مرکزی راہب نے اپنے پیغام میں لکھا میں پچھلے 30 سال سے کوشش کر رہا ہوں کہ مذاہب کا اس طرح سے آپس میں تبادلہ خیال ہو۔آج میری خوشی کی انتہا ہے کہ ایک اور تنظیم اسی مقصود کو لئے ساں پری (Saint Prix) میں جنم لے رہی ہے۔ جومحبت کے کبھی ختم نہ ہونے والے جذبات اور انصاف کے ساتھ امن چاہنے والے لوگوں کو اکٹھا کرنے والی ہے۔

❁❁❁❁❁❁

بادام۔نئی تحقیق

بادام میں دو اہم کیمیائی مادے ہوتے ہیں، ایک بادام کے اندر اور دوسرا مغز کے اوپر کے باریک چھلکے میں۔ یہ دونوں اجزا مل کر بادام میں یہ تاثیر پیدا کردیتے ہیں کہ اس کا کھانے والا امراض قلب سے محفوظ رہتا ہے لہٰذا اب معالج یہ مشورہ دے رہے ہیں کہ شریانوں کو محفوظ رکھنے کے لئے روزانہ کچے یا خشک یا بھنے ہوئے بادام کھائے جائیں۔

اس تحقیق سے تعلق رکھنے والے ایک ماہر نے بتایا کہ بادام میں موجودان دونوں کیمیائی اجزا کے باہمی عمل اور ردعمل سے جسم کو یہ ترغیب ملتی ہے کہ وہ کولیسٹرول کونسبتاً زیادہ نقصان دہ کیمیائی مادوں میں تبدیل ہونے سے روک دے۔ مانع تکسید اجزا ہماری رگوں اور شریانوں میں خطرناک سوزش کو روکتے ہیں اور اس طرح ہم شریانوں کی تنگی کے مرض سے بچے رہتے ہیں۔ ایسا ہی ایک مانع تکسید عنصر وٹامن ای ہے جو بادام کی گری میں پایا جاتا ہے اور اس کے چھلکے میں مانع تکسید عنصر کی ایک قسم پولی فینولکس (Polyphenolics) خوب ہوتی ہے۔ تجربوں سے پتا چلا ہے کہ جب کولیسٹرول کے ساتھ ان مانع تکسید عناصر کو ملایا گیا تو انہوں نے کولیسٹرول کو مزید نقصان دہ مرکبات میں تبدیل ہونے سے باز رکھا۔ یہ بھی دیکھا گیا کہ ان دونوں عناصر کے علیحدہ علیحدہ اثر سے وہ اثر بہت زیادہ تھا جو ان دونوں کو ملا کر پیدا ہوا یعنی ان دونوں نے مل کر زیادہ قوت کے ساتھ کولیسٹرول کو نسبتاً زیادہ نقصان دہ مرکب میں تبدیل ہونے سے روکا۔

جب یہ تجربہ انسانوں پر دہرایا گیا تو کولیسٹرول پر ان کے یہی اثرات دیکھنے میں آئے، تاہم انسانوں پر تجربے کا یہ سلسلہ کچھ دن مزید جاری رہے گا۔

تاریخی اعتبار سے بادام کی شہرت کافی ہے۔انجیل میں اس کا ذکر تعریفی انداز میں ہے۔رومنوں میں یہ نیک شگون کے طور پر نوبیاہتا جوڑے پر نچھاور کیا جاتا ہے۔

سویڈن میں آج بھی یہ رواج ہے کہ نیک شگون کے طور پر بادام کرسمس پڈنگ میں چھپادیئے جاتے ہیں۔

بادام میں خاصی چکنائی ہوتی ہے لہٰذا انہیں بہت زیادہ کھانے سے گریز کریں ۔ ایک امریکی ماہر کے مشورے کے مطابق دن میں ایک اونس بادام کافی اور مناسب ہیں۔ نیز یہ خیال بھی رکھنا چاہئے کہ انہیں بھگوکر باریک چھلکا اتار دینے سے یہ بہتر ہوگا کہ انہیں چھلکے سمیت کھایا جائے تاکہ اس میوے میں موجود دونوں مفید کیمیائی مادوں سے فائدہ اٹھایا جاسکے۔ بادام میں جمنے والی چکنائی نہیں ہوتی۔

(ماہنامہ ہمدرد صحت۔اکتوبر 2004ء)

(بشکریہ روزنامہ الفضل ربوہ)

❁❁❁❁❁❁❁

انبیاء علیہم السلام کی زندگی کی جڑ اوران کی کامیابیوں کا اصل اورسچا ذریعہ دعا ہے۔

(حضرت مسیح موعود)

Earlsfield Properties

We will manage your property at 0% commission

Guaranteed rate schemes for 3 & 5 years

Free management Service

Guaranteed vacant possession

175 Merton Road London SW18 5EF

Tel: 020-8265-6000 or 020 8877 - 0762 Fax: 020 8874 9754

ڈنمارک میں شائع ہونے والے توہین آمیز خاکے اور

جماعت احمدیہ کا ردّعمل

(نعمت اللہ بشارت۔ مبلغ سلسلہ ڈنمارک)

30/ستمبر 2005ء کو ڈنمارک کے ایک مشہور اخبار ''یولینڈ پوسٹن'' (Jyllands Posten) جسے ڈنمارک کا فنانشل ٹائمز کہا جاسکتا ہے، نے آنحضرت ﷺ کے حوالے سے بارہ توہین آمیز کارٹون شائع کئے۔ اور ان کی اشاعت کی وجہ کا ذکر کرتے ہوئے اخبار کے کلچرل ایڈیٹر مسٹر فلیمنگ روز (Mr. Flemming Rose) نے آزادیٔ ضمیر کے تحت یہ لکھا:۔

مزاح نگار فرینک ویم (Drank Hvam) نے حال ہی میں یہ اعتراف کیا ہے کہ وہ TV پر کھلے عام قرآن کی تعلیم کا مذاق اڑانے کی جسارت نہیں کرسکتا۔ ایک کارٹونسٹ جو بچوں کی ایک کتاب میں محمد کی تصویر بنانا چاہتا ہے نے اپنا نام خفیہ رکھنے کی خواہش ظاہر کی ہے اور ایسا ہی خیال مغربی یورپین ترجمانوں کا بھی ہے جنہوں نے اسلامی تنقیدی مقالوں کا مجموعہ لکھا ہے۔ ایک اہم آرٹ میوزیم نے مسلمانوں کے ردّعمل کے خوف سے ایک آرٹ کو وہاں سے ہٹا دیا ہے، تھیٹرز کے اس موسم میں تین نمائشیں منعقد ہو رہی ہیں جس میں خاص طور پر امریکہ کے صدر جارج ڈبلیو بش کی طنزیہ تصاویر ہوں گی مگر ان میں سے ایک بھی ایسی نمائش نہیں جن میں اسامہ بن لادن یا اس کے ساتھیوں سے متعلق ہو۔ (ڈنمارک کے) وزیر اعظم (Anders Fogh Rasmussen) کے ساتھ ایک میٹنگ میں ایک امام نے درخواست کی ہے کہ ڈینش میڈیا پر دباؤ ڈالیں کہ وہ اسلام کے متعلق مثبت تصور اجاگر کریں۔

مندرجہ بالا مثالیں خوف اور پریشانی کا جواز پیدا کرتی ہیں اگرچہ اس خوف کا انحصار سچی یا جھوٹی بنیادوں پر ہو لیکن یہ ایک حقیقت ہے کہ یہ امور Self. Censorship کی طرف لے جاتے ہیں۔ اس لئے یہ امور پبلک فورم میں خوف کا باعث ہوں گے۔ چنانچہ اس کی وجہ سے تمام آرٹسٹ، مصنف، مصور، ترجمان اور تھیٹرز میں کام کرنے والے لوگ ہمارے اس دور کے انتہائی اہم تمدنی ملاپ کو جو اسلام اور سیکولر مغربی معاشرہ (جس کی جڑیں عیسائیت میں ہیں) کو نظر انداز کر رہے ہوں گے۔

تضحیک و تمسخر

بعض مسلمان ماڈرن سیکولر معاشرہ کو ردّ کرتے ہیں۔ وہ اپنے کسی خاص مذہبی معاملہ کے لئے خاص سہولت کا مطالبہ کرتے ہیں (کہ بعض معاملات میں ان کے مذہب کا خیال رکھا جائے) ایک دنیا پرست جمہوریت جہاں آزادیٔ ضمیر ہو وہاں ایسا ہونا ناممکن ہے۔ ہر ایک کو یہ علم ہونا چاہئے کہ ایسے معاشرہ میں تضحیک و تمسخر ہوتا ہے۔ میرا اس سے یہ مقصد ہرگز نہیں کہ مذہبی احساسات کا مذاق ہر قیمت پر اڑایا جائے مگر اس کے ساتھ میں آزادیٔ ضمیر کا بھی قائل ہوں۔

یہ کوئی اتفاقی بات نہیں کہ ایک Totalitarian معاشرہ میں جب کوئی کسی ڈکٹیٹر پر نکتہ چینی کرے یا کوئی تصویر بنائے یا مذاق کرے تو انہیں جیلوں میں ٹھونس دیا جاتا ہے بلکہ اس کا جواز یہ پیش کیا جاتا ہے کہ وہ لوگوں کے جذبات کو مجروح کرتے ہیں۔ مگر ڈنمارک ابھی اس حد تک نہیں پہنچا مگر مندرجہ بالا مثالیں ظاہر کرتی ہیں کہ ہم اس راہ کی طرف جا رہے ہیں اور کوئی پیش گوئی نہیں کرسکتا کہ Self Censorship کا اختتام کہاں ہوگا۔

12۔ کارٹونسٹ

چنانچہ اس وجہ سے صبح کو تازہ اخبار Jyllands Posten نے ڈینش کارٹونسٹ یونین کے ممبران کو کہا کہ وہ اپنے خیال کے مطابق محمد (ﷺ) کی تصاویر بنائیں۔ 40 میں سے 12 ممبرز نے اس کا جواب دیا۔ اور ہم وہ کارٹون ان کے ناموں کے ساتھ شائع کر رہے ہیں۔ اور (ان کے نام) یہ ہیں:۔

Rasmus Sand Høyer, Poul Erik Poulsen (PEP), Arne Sørensen,

Peder Bundgaard, Franz Fuchsel

Eri´k Abild , Sørensen Lars Fefn, AnnetteCarlsen, BBobKatzenelson, Kurt Westergaard, Claus Seidel,

JJens Julius Hansen

چالیس میں سے صرف 25 (کارٹونسٹ) ایکٹو ہیں اور ان ایکٹو کارٹونسٹوں میں سے بعض Compitition Clause کے پابند ہیں۔ چند ایک نے اس میں شمولیت سے انکار پر اپنے دلائل دیئے اور بعض نے (اس شمولیت نہ کرنے کی وجہ) اپنے وقت کی کمی اور کام کی زیادتی کا ذکر کیا ہے۔ اور بعض نے تو جواب دینا ہی گوارہ نہیں کیا۔ "

نوٹ:۔ یاد رہے گیارہ کارٹونسٹوں نے یہ تصاویر بنائیں اور بارہویں نے اخبار یولینڈ پوسٹن کے خلاف کارٹون بنایا جو دیگر کارٹونوں کے ساتھ شائع ہوا۔

کارٹونوں کی اشاعت کا باعث

جیسا کہ مسٹر فلیمنگ روز کلچرل ایڈیٹر یولینڈ پوسٹن نے بتایا (حضرت) محمد (ﷺ) پر بچوں کے لئے لکھی گئی ایک کتاب میں کارٹون بنانے والے کارٹونسٹ نے یہ بیان دیا تھا کہ وہ خوف کی وجہ سے اپنا نام ظاہر نہیں کرنا چاہتا۔ یہ کتاب ڈنمارک میں ایک ڈینش رائٹر MR. KÅRE BLUITEEN نے ''قرآن اور پیغمبر محمد کی لائف'' کے نام سے لکھی ہے جو اب مارکیٹ میں آچکی ہے۔ کارٹونز کی اشاعت سے پہلے یہ کتاب پرنٹنگ کے مراحل میں تھی۔ اس کتاب میں مصنف نے آنحضرت ﷺ کی تصاویر دی ہیں۔ مگر ان تصاویر کو بنانے والے نے خوف کی وجہ سے اپنا نام ظاہر نہیں کرنا چاہا تھا۔ اب یہ کتاب مارکیٹ میں آچکی ہے اور اخباری رپورٹ کے مطابق دو ہزار کی تعداد میں فروخت ہوگئی ہے۔ اور اس کا نیا ایڈیشن مزید دو ہزار کی تعداد میں شائع کیا جا رہا ہے۔ اخباری رپورٹ کے مطابق لوگوں کی توجہ ہنگاموں کی طرف ہے مگر اس کتاب کی طرف کوئی توجہ نہیں جو دراصل ان کارٹونوں کی وجہ اشاعت ہے۔

جماعت کی طرف سے کارروائی

ان توہین آمیز خاکوں کی اشاعت سے جماعت احمدیہ میں غم وغصہ کی لہر پھیل گئی۔ حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی خدمت اقدس میں فوری طور پر اس کی اطلاع کی گئی اور ایک احتجاجی مضمون تیار کر کے حضور انور کی خدمت میں بغرض منظوری و راہنمائی بھجوایا جس پر حضور انور کی طرف سے ہدایت موصول ہوئی کہ فوری طور پر احتجاجی کارروائی کی جائے اور احتجاجی مضمون اشاعت کے لئے بھجوائیں۔ چنانچہ یہ مضمون اُسی اخبار میں جس میں یہ کارٹون شائع ہوئے تھے بھجوایا گیا جو خاکسار اور خرم جمیل صاحب نے مل کر ڈینش زبان میں تیار کیا تھا۔

اخبار یولینڈ پوسٹن نے اپنی اشاعت مؤرخہ 13/اکتوبر 2005ء کو صفحہ 7 پر یہ مضمون خاکسار کی تین کالمی تصویر کے ساتھ شائع کیا اور خاکسار کا نام اور مکمل پتہ ان الفاظ میں دیا۔

نعمت اللہ بشارت۔ امام احمدیہ مسلم جماعت
Eriksminde Allé 2, Hvidovre.

اس مضمون میں ان تصاویر کی اشاعت پر نہایت دکھ اور افسوس کا اظہار کرتے ہوئے ان کے خلاف پُرزور احتجاج کیا گیا اور بتایا گیا کہ بانیٔ جماعت احمدیہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ اب قلم کے جہاد کا زمانہ ہے اس لئے ہم جہاں ان تصاویر کی اشاعت پر افسوس کا اظہار کرتے ہیں وہاں بات چیت (ڈائیلاگ) کی دعوت دیتے ہیں۔ نیز بتایا کہ آزادیٔ ضمیر اگرچہ ہر ایک کا حق ہے مگر اس کے ساتھ کچھ ذمہ داریاں بھی عائد ہوتی ہیں۔ ہمیں ایک دوسرے کے مذہبی رہنماؤں کی عزت کو قائم کرنا ہے مگر دھمکیوں کے ساتھ نہیں۔ ہم پیار اور محبت کے ساتھ یہ بتانا چاہتے ہیں کہ اسلام کی کیسی پیاری تعلیم ہے اور آنحضرت ﷺ کا اُسوہ کس قدر حسین ہے۔

اخبار یولینڈ پوسٹن نے اپنی 13/اکتوبر 2005ء کی اشاعت میں اس اس مضمون کو خاکسار کی تصویر کے ساتھ شائع کیا اور درج ذیل سرخی لگائی۔

تصاویر ہوں یا نہ ہوں

ایک دوسرے کے لئے عزت کا اظہار ہو

اس مضمون سے چند اقتباسات درج ذیل ہیں:

''گذشتہ کئی ہفتوں سے میڈیا میں ایک تو آنحضرتؐ کی تصاویر کی مخالفت پر بحث چل رہی ہے اور دوسرے ایک کتاب کی اشاعت پر جس میں ایک نامعلوم کارٹونسٹ نے آنحضرتؐ کی تصاویر بنانے کا عندیہ دیا ہے۔ اور اخبار یولینڈ پوسٹن کے کہنے پر 12 کارٹونسٹ نے آنحضرتؐ کے خاکے بنائے ہیں۔

اب مَیں اس امر کی طرف لوٹتا ہوں کہ آنحضرتؐ کی تصاویر بنانے کی کیوں ممانعت ہے۔ اور مگر اس سے قبل کہ اسلامی نقطہ نگاہ سے اس کی وضاحت کی جائے مَیں اپنے اس تعجب کا اظہار کرنا چاہتا ہوں کہ میڈیا نے اس معاملہ کو کیوں اٹھایا ہے۔ مجھے شائد یہ بات سمجھ آجائے کہ یہ کتاب شائع کرنے والی کمپنی کی یہ درخواست ہو کہ چونکہ آنحضرتؐ کے بارے میں یہ کتاب ہے اس لئے انکی اس میں تصاویر آنی چاہئے، مغرب کے نقطہ نظر سے جو بحث اٹھائی جاسکتی ہے وہ یہ ہے کہ انہیں آنحضرتؐ کی تنقیدی تصاویر بنانے کی کیوں اجازت نہیں ہے۔ مگر غالبًا 11 تصاویر بنانے والوں کا ایک ہی مقصد تھا کہ وہ یہ دیکھیں کہ ڈنمارک میں بسنے والے 180,000 مسلمان اس سے کیا ردّعمل دکھاتے ہیں۔ ان کا بنیادی مقصد مسلمانوں کے جذبات کو ٹھیس پہنچانا اور ایک نیا مسئلہ پیدا کرنا تھا۔

بحث کے لئے تیار

میں اور میرے ساتھ باقی مسلمان بھی رمضان المبارک میں زیادہ سے زیادہ وقت دیگر اہم امور اور عبادت میں صرف کرنا چاہتے ہیں مگر میں ایک جماعت کا امام ہونے کی حیثیت سے اپنا فرض سمجھتا ہوں کہ میں ان گیارہ کارٹونسٹوں کے ساتھ ڈائیلاگ کروں۔ میں یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ انہوں نے کیوں یہ کارٹون بنائے ہیں۔ اور کیوں اس طریق اظہار کو اپنایا ہے۔

یہ بھی یاد رہے کہ اصل میں 12 کارٹونسٹ تھے جن سے کارٹون بنانے کو کہا گیا مگر ان میں سے ایک کارٹونسٹ مسٹر لارس ففن (Mr. Lars Fefn) نے ممانعت کی تصاویر نہیں بنائیں اور اس نے سکول کے ایک بچے کی تصویر بنائی جس کا نام محمد تھا اور جس پر فارسی میں لکھا تھا اخبار یولینڈ پوسٹن کے چیف ایڈیٹر......... شاید میرے خیال میں اخبار یولینڈ پوسٹن اور 11 کارٹونسٹوں کو سمجھنے میں غلطی لگی ہے اس لئے میں ان سے ڈائیلاگ کرنا چاہتا ہوں۔ میں آزادیٔ ضمیر کے حق میں ہوں مگر آگے اس آزادیٔ ضمیر کا اظہار کرنے والا جواب دہ بھی ہے۔

قلم کا جہاد

جماعت احمدیہ کے بانی حضرت مرزا غلام احمد صاحب کے زمانہ میں بھی اس طرح کے واقعات پیش آئے اور مخالفین نے آنحضرتؐ کی ذاتِ بابرکات کے بارہ میں توہین آمیز کلمات لکھے تو آزادیٔ ضمیر سے فائدہ اٹھاتے ہوئے آپ نے خود بھی اور اپنی جماعت کو بھی بھرپور انداز میں تحریر اور تقریر اور زبردست دلائل کے ذریعہ ان امور کا جواب دینے کی تاکید فرمائی اور آپ نے صرف قلم کے جہاد کو جائز قرار دیا۔

مَیں باقی مسلمانوں کو بھی یہ نصیحت کرنا چاہتا ہوں کہ وہ بھی اس طریق کو اپنائیں یعنی ڈائیلاگ اور دلائل کے ذریعہ ان کے دلائل کا جواب دیں۔ ایمان لانے والوں یا ایمان نہ لانے والوں کو آزادیٔ ضمیر کے اظہار سے روکنے سے کوئی اچھے نتائج نہیں ہوسکتے۔ لیکن ہم ان سے یہ مطالبہ کرسکتے ہیں کہ وہ بھی ہمارے لئے (ہمارے پیارے رسولؐ کی) Respect دکھائیں جس طرح ہم تمام لوگوں سے عزت سے پیش آتے ہیں وہ بھی اسی طرح سے آنحضرتؐ کی تصاویر نہ بنائیں۔ اگر پھر وہ یہی عمل کریں تو ہم تو صرف ڈائیلاگ سے ہی سمجھا سکتے ہیں۔ اگر ہم مذکورہ بالا اصول پر عمل نہ کریں تو پھر ہم ایک نہ ختم ہونے والے بڑے چکر میں گرفتار ہوجائیں گے۔ جس طرح جب بچے کھیلتے وقت ایک دوسرے کی حدود کا خیال نہیں کرتے تو پھر بجائے کھیل کود کے لڑائی جھگڑا شروع ہوجاتا ہے۔ اس لئے میں مسلمانوں اور غیر مسلمانوں سے اپیل کرتا ہوں کہ

ڈائیلاگ کا راستہ اپنائیں"۔

"شرک سے بچنے کے لئے آنحضرتؐ کے اخلاق حسنہ اور آپ کی تعلیم اپنانے پر زور دیا گیا ہے نہ کہ آپؐ کے چہرہ مبارک کے خدوخال پر۔ اصل مقصد آپ کے لائے ہوئے پیغام کو آگے پہنچانا تھا نہ کہ آپ کی تصاویر کو۔ اس لئے آپ کی تصویر کشی کی ممانعت ہے۔ ایسی ممانعت صرف قرآن میں ہی نہیں بلکہ بائبل میں بھی ہے۔

" Thouh shalt not make unto thee any graven image, or any likeness of any thing that is in heaven above, or that is in the earth beneath, or that is in the water under the earth. " (Exodus20:4)

ترجمہ:۔ تم کوئی تراشی ہوئی مورتی نہ بنانا۔ اور نہ کسی چیز کی شبیہ جو آسمانوں (جنت) میں ہے، یا جو نیچے زمین پر ہے۔ یا جو نیچے زمین پر پانی میں ہے۔

مذہبی لحاظ سے مذکورہ بالا وضاحت سے میرا مدعا یہ ہے کہ ہم ایک دوسرے کی عزت کریں اور ایک ڈائیلاگ جاری کریں جس سے اچھے نتائج پیدا ہوں۔ اس سے تفرقہ پیدا نہ ہو بلکہ اختلافات کم ہوں۔

مَیں یہ پیغام سارے ڈینش معاشرے کو دیتا ہوں۔ 11 کارٹونسٹوں سمیت، رمضان کا مہینہ ہمیں سکھاتا ہے کہ ہم اس مہینہ میں زیادہ ہمدردی کا اظہار کریں۔ مَیں امید کرتا ہوں کہ ہم اس رمضان میں زیادہ سے زیادہ ان لوگوں کے لئے دعا کریں اور ہمدردی کریں جو پاکستان کے حالیہ زلزلہ میں متاثر ہوئے ہیں۔"

☆☆☆

مثبت ردّعمل

اس مضمون کی اشاعت سے ڈینش عوام کی طرف سے مثبت ردّعمل سامنے آیا۔ کئی ایک نے بذریعہ فون اور چند ایک نے بذریعہ خطوط اس مضمون اور ردّعمل کو سراہا کہ اختلافات کو ڈائیلاگ کے ذریعہ طے کرنا چاہئے اور دھمکیوں کی بجائے دلائل سے بات کرنی چاہئے۔ اور آزادی ضمیر کا اظہار اخلاقی حدود کی قیود میں ہونا چاہئے۔

منسٹر سے ملاقات

مؤرخہ 21۔نومبر 2005ء کو وزیر مملکت برائے پناہ گزین، غیر ملکی اور انٹیگریشن Miss. Rikke Hvelshj سے جماعت کے ایک دو رکنی وفد جو خاکسار اور مکرم خرم جمیل صاحب سیکرٹری امور خارجہ پر مشتمل تھا، نے ملاقات کی اور انہیں کارٹون کے مسئلہ پر جماعت کا مؤقف بتایا گیا۔ موصوفہ منسٹر اور ان کے سیکرٹری نے ہمارے مؤقف کو سنا اور ہماری تجاویز کو نوٹ کیا اور کہا کہ وہ ان پر غور کریں گی۔

☆☆☆

ڈینش جرنلسٹ یونین کے صدر کی طرف سے ایک میٹنگ کا انعقاد اور کارٹونسٹ کی معذرت

مؤرخہ 23 نومبر 2005ء کو بحوالہ لیٹر نمبر 23.11.2005 / IL ڈینش جرنلسٹ یونین کے صدر Mr. Mogens Blicher Bjerregård کی طرف سے مؤرخہ یکم دسمبر کو منعقد ہونے والی ایک میٹنگ میں شمولیت کی دعوت ملی۔

مؤرخہ یکم دسمبر 2005ء کو ڈینش جرنلسٹ یونین کے صدر کی طرف سے دعوت ملنے پر جماعت احمدیہ کے ایک وفد نے میٹنگ میں شمولیت کی۔ جس میں مکرم زبیر حسین بٹ (نیشنل اکانومسٹ)۔ محترمہ عاصمہ عبدالحمید (سوشل ایڈوائزر)۔ عمر مرزوق (ادیب اور مزاح نگار)۔ مکرم ناصر قادر (ممبر پارلیمنٹ)۔ Mrs. Lissi Rasmusen (کاؤنٹی پریسٹ)۔ چیئرمین اسلامک کرسچین سٹڈی سنٹر اور کارٹونسٹ مدعو تھے۔ اس میٹنگ کے انعقاد کی ایک یہ وجہ بھی ممکن ہے کہ مکرم امام صاحب اخبار یولینڈ پوسٹن میں شائع ہونے والے مضمون میں ڈائیلاگ کی دعوت دے چکے تھے۔

اس میٹنگ میں ہم نے اپنا مؤقف پیش کیا کہ:

"ڈنمارک کا قانون آزادیٔ ضمیر کی اجازت دیتا ہے مگر اس بات کی اجازت نہیں دیتا کہ دوسروں کے مذہبی راہنماؤں اور قابل تکریم ہستیوں کی ہتک کی جائے۔ اس معاشرہ میں جہاں مسلمان اور عیسائی اکٹھے رہ رہے ہیں وہاں ایک دوسرے کے جذبات کا خیال رکھنا ضروری ہے۔ اگر ایسا نہیں کیا جاتا تو امن قائم نہیں ہوسکتا نیز اسلامی تعلیمات کی روشنی میں انہیں بتایا کہ اسلام آزادیٔ ضمیر کی اجازت دیتا ہے مگر اس سے کچھ ذمہ داریاں بھی عائد ہوتی ہیں۔

دراصل ابھی تک یورپ کو اسلام کی حسین تعلیمات سے آگاہی نہیں کہ آنحضرت ﷺ کی تعلیم کس قدر حسین ہے۔ اور آپؐ کا اسوہ حسنہ کیا تھا۔ آپؐ کس قدر حسین اخلاق کے مالک تھے۔ آپؐ کس قدر لوگوں کے ہمدرد تھے۔ کس قدر مخلوق خدا سے ہمدردی اور شفقت کے مظہر تھے۔ پھر آپؐ کی سیرتِ طیبہ سے چند واقعات بتائے۔ اور کہا کہ اگر کسی کو اس پیاری تعلیم کا پتہ ہو تو کوئی ایسی نازیبا تصاویر نہیں بنا سکتا۔ اس لئے ہمارا یہ بھی فرض ہے کہ ہم ڈینش عوام پر اسلام کی حقیقی اور حسین تعلیم اجاگر کریں۔ ابھی تک ڈینش عوام نے میڈیا کے ذریعہ یا بعض مسلمانوں کے غلط نمونہ اور عمل کے ذریعہ اسلام کی ایک تصویر دیکھی ہے۔ جس سے وہ یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ اسلام دہشت گردی کی تعلیم دیتا ہے۔"

الحمدللہ! جماعت کے اس مؤقف کو سب نے سراہا اور ایک کارٹونسٹ نے برملا یہ اظہار کیا کہ اگر اس طرح کی میٹنگ پہلے ہو جاتی تو وہ ہرگز کارٹون نہ بناتے۔ اب انہیں پتہ چلا ہے کہ اسلام کی اصل اور حقیقی تعلیم کیا ہے۔

سب نے اس بات سے اتفاق کیا کہ ڈائیلاگ کا یہ سلسلہ قائم رہنا چاہئے اور اختلافات کا حل ڈائیلاگ سے ہونا چاہئے۔

اس میٹنگ کے اختتام پر صدر یونین کی طرف سے ایک پریس ریلیز جاری کی گئی جس کا مسودہ وہاں سب کے سامنے سنایا گیا کہ "ہم ان توہین آمیز خاکوں کو CONDEMN کرتے ہیں۔ اور اس امر پر اتفاق کرتے ہیں کہ امن قائم کرنے کے لئے ان میٹنگز کو جاری رکھا جائے۔

TV پر انٹرویو

مؤرخہ 2 دسمبر کو (یعنی مذکورہ بالا میٹنگ کے اگلے دن) TV-2 کے نمائندگان مشن ہاؤس آئے اور خاکسار سے انٹرویو کیا۔ جس میں خاکسار نے کارٹون کی اشاعت پر شدید احتجاج کیا مگر بات چیت کے ذریعہ اس کے حل پر زور دیا اور کہا کہ ہم اس سلسلہ میں کسی طرح کی دھمکیاں دینے کے خلاف ہیں۔

☆☆☆

اخبارات اور TV انٹرویو کے بعد ڈینش احباب اور تنظیموں سے مختلف سطحوں پر رابطہ کا سلسلہ جاری رہا اور پھر ازاں بعد مؤرخہ 9 /جنوری 2006ء کو ہماری طرف سے ایک پریس ریلیز جاری کی گئی جس کا متن یہ تھا۔

پریس ریلیز

جماعت احمدیہ آنحضرت ﷺ کے توہین آمیز کارٹونوں کی اشاعت پر پُرزور احتجاج کرتی ہے اور سفارتخانوں کو جلانے اور ڈینش جھنڈے جلانے کی نفی کرتی ہے اور جماعت احمدیہ ڈنمارک کے قوانین (جس میں مذہبی آزادی بھی شامل ہے) کی پاسداری کرتی ہے مگر آزادیٔ ضمیر کی حد متعین کرتی ہے۔ آزادی ضمیر کے نتیجہ میں ہی مذہبی آزادی ہمیں حاصل ہے جس سے تمام مسلمان مستفید ہو رہے ہیں۔ ہمارے نزدیک آزادیٔ ضمیر کی کچھ حدود ہیں جن سے کسی صورت میں تجاوز نہیں کیا جاسکتا۔ اگر کوئی معاشرہ میں قوانین کی پاسداری نہیں کرتا تو اس کا جواب ہمیں دلائل سے دینا ہے نہ کہ ظلم اور دھمکیوں سے۔ اسی طرح اگر کوئی اخبار توہین آمیز مواد شائع کرے تو ہمارا فرض ہے کہ اسلامی تعلیمات کے مطابق اس کا جواب دیا جائے۔ اور جواب دینے میں عدل سے کام لیا جائے اور کسی سے زیادتی نہ کی جائے۔

گورنمنٹ اور اخبار کی طرف سے معذرت کے بعد ہمارا فرض ہے کہ ہم اسے تسلیم کرلیں اور ہماری جماعت نے قبل ازیں بھی اخبار **یولینڈ پوسٹن** میں اس بات کا اظہار کیا تھا کہ اس مسئلہ کو ڈائیلاگ کے ذریعہ حل کیا جائے اور مستقبل میں آزادیٔ ضمیر کو سوچ سمجھ کر استعمال کریں خاص طور پر جب کہ گلوبل دنیا میں مذہب کے بارے میں آزادیٔ اظہار کا تعلق ہو۔ دنیا اور ڈنمارک کی صورتحال گذشتہ **20** سالوں کی نسبت اب بہت مختلف ہے۔

جو ہم نے قبل ازیں بیان کیا ہے اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ آزادیٔ ضمیر پر پابندی لگا دی جائے بلکہ مطلب یہ ہے کہ آزادیٔ ضمیر کا اظہار ذمہ داری کے ساتھ ہو۔ اور ہم جب کہ ایک معاشرہ میں رہ رہے ہیں تو ایک دوسرے کی عزت کی جائے اور کسی کے بارے میں منفی تاثرات کا اظہار نہ ہو۔ یہ ہمارے معاشرہ کے لئے مستقبل میں ایک بہت بڑا چیلنج ہے۔

جماعت احمدیہ کی طرف سے خاص طور پر ڈینش بچوں کے لئے۔ مسلمانوں کے لئے اور غیر مسلموں کے لئے جو ان دنوں اپنے آپ کو غیر محفوظ سمجھتے ہیں یہ پیغام ہے **"محبت سب کے لئے نفرت کسی کے لئے نہیں"**۔

اس پریس ریلیز کے جاری ہونے کے بعد میڈیا کا رخ ایک بار پھر احمدیہ جماعت کی طرف مبذول ہوا اور ملک کے دو بڑے اخبارات کے علاوہ انٹرنیشنل رائٹرز بیورو۔ ڈینش رائٹر بیورو نے انٹرویوز لئے اور شائع کئے۔ علاوہ ازیں BBC لندن نے بھی فون پر خاکسار کا انٹرویو لیا۔

☆☆☆

اخبار میں تفصیلی انٹرویو

خاکسار (نعمت اللہ بشارت، امام مسجد کوپن ہیگن) کا اخبار ***Berlingske*** میں **16۔فروری 2006ء** کو ایک انٹرویو شائع ہوا۔ اخبار نے مسجد نصرت جہاں اور خاکسار کی ایک تصویر جس پر محبت سب کے لئے نفرت کسی سے نہیں، کا سلوگن نمایاں تھا شائع کیا اور تفصیلی انٹرویو شائع کیا۔ (انٹرویو کا اردو ترجمہ درج ذیل ہے)۔

"انسانیت مذہب سے پہلے

"امام مسجد نعمت اللہ بشارت کے نزدیک اس کا کوئی جواز نہیں کہ ڈینش سفارتخانوں اور جھنڈے کو جلایا جائے۔ اسلام صبر اور رحمدلی کی تعلیم دیتا ہے۔

نصرت جہاں مسجد میں ہر جمعہ 100 تا 200 مسلمان نماز جمعہ ادا کرتے ہیں اور ان کا تعلق جماعت احمدیہ سے ہے جو کہ اسلام کی ایک شاخ ہے۔ جماعت کو کافی عرصہ سے مسلم ممالک میں مخالفت کا سامنا ہے۔ اس وجہ سے کہ ان کا عقیدہ ہے کہ مسیح کی آمد ثانی ہو چکی ہے۔ ڈنمارک میں اس جماعت کے افراد کی تعداد زیادہ تر پاکستانی ہے مگر جمعہ کا خطبہ ڈینش میں دیا جاتا ہے۔

"ہم ڈنمارک میں رہتے ہیں اور ہمیں ڈینش زبان استعمال کرنی چاہئے"۔ یہ امام نعمت اللہ بشارت کا بیان ہے جو کہ ڈنمارک میں 80 کی دہائی کے قریب آئے تھے اور اس مسجد کے امام کافی دفعہ رہ چکے ہیں۔ یہ ان اماموں میں سے ہیں جس کی آواز ان ہنگاموں میں سنی نہیں گئی لیکن اب وہ سامنے آکر اسلام کی صحیح تصویر پیش کرنا چاہتے ہیں۔ اور آنحضرت ﷺ کے عملی نمونہ کو اپنی زندگیوں میں ڈھال کر پیش کرنا چاہتے ہیں۔ ہم سب انسان ہیں اور ہمیں انسانیت کے شرف کا قائم کرنا ہے۔ کیونکہ انسانیت مذہب سے پہلے آتی ہے۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ امام کو ان کارٹونوں سے تکلیف نہیں پہنچی بلکہ ان کا دل کارٹونوں کے زخم سے چور ہے۔ بلکہ اس تکلیف نے انہیں اس امر پر آمادہ کیا کہ وہ فوری طور پر ان کارٹونوں کے بارے میں ایک مضمون لکھیں جو ایک ماہ بعد لکھا گیا۔ (اصل میں یہ مضمون 14 دن بعد شائع ہوا تھا)۔

کارٹونوں کی اشاعت کی دو وجوہات ہوسکتی ہیں:۔1:۔ انہیں یہ پتہ نہیں کہ آنحضرت ﷺ کے اخلاق حسنہ کیسے تھے۔ اور یہ کہ کارٹونسٹ نے مسلمانوں کی عمومی حالت کو اس سے ظاہر کرنا چاہا ہے۔ دوسری وجہ یہ کہ انہیں یہ اندازہ نہیں تھا کہ مسلمان کس قدر ردّعمل کا اظہار کریں گے۔

جھنڈے جلانا غلط ہے۔ سفارتخانوں پر حملے کرنا صحیح ردّعمل نہیں۔ بلکہ ڈائیلاگ کے ذریعہ اس مسئلہ کو حل کرنا چاہئے کیونکہ قرآن کریم کے مطابق مسلمانوں کو صبر و تحمل کا مظاہرہ کرنا چاہئے۔ اور یولینڈ پوسٹن نے جو معذرت کی ہے اس کو قبول کر لینا چاہئے۔ نبی کریمؐ نے یہ کبھی نہیں فرمایا

قائم شدہ 1952

خدا تعالیٰ کے فضل اور رحم کے ساتھ

خالص سونے کے اعلیٰ زیورات کا مرکز

شریف جیولرز ربوہ

ریلوے روڈ	اقصیٰ روڈ
6214750	6212515
6214760	6215455

پروپرائٹر۔ میاں حنیف احمد کامران

Mobile: 0300-7703500

کہ کوئی ان کی توہین کا بدلہ لے اور یہ کیسے ممکن ہے کہ مسلمان مڈل ایسٹ میں ایسا ردّعمل دکھارہے ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ حسنہ کے مخالف ہے۔

خاکسار اور اخبار کے نمائندہ کے مابین جو سوالات وجوابات ہوئے وہ اس انٹرویو میں درج ذیل الفاظ میں شائع ہوئے۔

”سوال:۔ کیا آپ نے آنحضرتؐ کے کارٹونوں کی اشاعت کے معاملہ کو خطبہ میں بیان کیا ہے۔

جواب:۔ پچھلے دو خطبے اسی مضمون کے دیئے ہیں جن میں قرآن کریم کی تعلیم کی روشنی میں اس مسئلہ کے حل پر روشنی ڈالی ہے۔

سوال:۔ آپ کا نظریہ ان لوگوں کے متعلق کیا ہے جو اس معاملہ میں پیش پیش ہیں۔ یعنی ابولبان اور ناصر قادر (یہ وہ شخص ہیں جس نے ماڈرن مسلمانوں کی ایک نئی تنظیم بنائی ہے اور پارلیمنٹ کا ممبر ہے)۔

جواب:۔ ہماری اپنی روایات ہیں ہم دوسری تنظیموں کا حصہ نہیں ہیں۔ لیکن ہم ہر امن کے پیغام کی تائید کرتے ہیں خواہ کوئی بھی امن کے لئے کام کر رہا ہو اس کی ہم مدد کریں گے۔

سوال:۔ کیا آپ سمجھتے ہیں کہ ہم سب اماموں کو ایک ہی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔

جواب:۔ میرا یہ پورا یقین ہے کہ اگر لوگ ہماری بات سنیں اور ہمارے عقائد جانیں تو کوئی پرابلم پیدا نہیں ہوسکتی۔ ہم دوسروں کو سمجھتے ہیں اور ان کی عزت کرتے ہیں خواہ وہ عیسائی ہوں یا یہودی۔ ہماری خواہش ہے کہ ہم ایک دوسرے کو سمجھیں اور مذہب کے اختلافات کے باوجود اکٹھے رہ سکیں۔

تصویر کے ساتھ نوٹ

امام نعمت اللہ بشارت جمعہ کی نماز مسجد نصرت جہاں میں پڑھاتے ہیں۔ ان کی تعداد 500 افراد پر مشتمل ہے۔ انہیں یولینڈ پوسٹن میں شائع ہونی والی تصاویر پر بہت دکھ ہے۔ امام کا کہنا ہے کہ اس کا حل ڈائیلاگ ہی ہے۔ خاکے بنانے والوں نے معافی مانگی ہے اس بنیاد پر اسے قبول کرلینا چاہئے۔

خاکسار کے اس انٹرویو پر یہ ردّعمل ہوا کہ ایک صحتمند تبادلۂ خیال میڈیا میں شروع ہوگیا اور ڈینش عوام میں مسلمانوں کو ان کارٹونوں کی اشاعت سے ہونے والی تکلیف اور دکھ کا احساس پیدا ہونا شروع ہوا۔ “

☆☆☆

مکرم عبدالسلام میڈسن صاحب کے انٹرویو کی اخبار میں اشاعت

(ممتاز احمدی سکالر اور ڈینش زبان میں قرآن کریم کے مترجم مکرم عبدالسلام میڈسن صاحب کا انٹرویو جو اخبار VENSTER BLADET میں مورخہ 16 فروری کو فرنٹ پیج کے علاوہ ایک پورے صفحہ پر شائع ہوا)

اس معاملہ کو عدالت میں پیش کرنا چاہئے تھا۔

یہ بیان مکرم عبدالسلام میڈسن صاحب کا ہے جو کہ ڈینش قرآن کریم کے مترجم ہیں اور خود مسلمان ہیں۔ قرآن کریم انہوں نے **1967**ء میں مکمل کیا تھا۔

میڈسن نے مزید کہا کہ ڈنمارک کے وزیراعظم کو مسلمان ممالک کے سفیروں سے بات کرنی چاہئے تھی کیونکہ لوگ ان خاکوں کو دیکھ کر غصہ میں آتے ہیں۔ اگر وزیراعظم نے مسلمان ممالک کے سفیروں سے بات کی ہوتی تو انہیں معلوم ہوتا کہ یہ مسئلہ کس قدر اہم تھا اور اس کے کیا نتائج پیدا ہوسکتے تھے۔ اور یہ جو ردّعمل سامنے آیا ہے یہ بالکل وہی ہے جو میں ان خاکوں کی اشاعت پر محسوس کر رہا تھا کہ ردّعمل ہوگا۔ کیونکہ نبی کریمؐ ہر مسلمان کے لئے زندگی کے ہر پہلو اور ہر شعبہ میں اُسوہ ہیں۔ جب ایسی ذات پر توہین آمیز حملہ کیا جائے تو یہ ہر ایک مسلمان کے لئے تکلیف دہ امر ہے۔ اور وہ اس پر دکھ محسوس کرتا ہے۔ عبدالسلام میڈسن صاحب یہ کہتے ہیں کہ یولینڈ پوسٹن کو ان خاکوں کی اشاعت سے کیا حاصل ہوا ہے۔

مگر وہ یہ سمجھتے ہیں کہ سفارت خانوں کو آگ لگانا اور جھنڈوں کو جلانا ایک برا عمل ہے۔ میڈسن صاحب اس کو اچھا نہیں سمجھتے اور اکثر مسلمان دکھ کا بدلہ دکھ سے نہیں لینا چاہتے۔ اگر انسان نے قرآن پڑھا ہو تو اسے معلوم ہو کہ بری چیز کو اچھی چیز سے ختم کرنا چاہئے اور معافی کی جزا خدا تعالیٰ کے پاس ہے۔

میڈسن صاحب یو این او کے سیکریٹری جنرل کوفی عنان سے اتفاق کا اظہار کرتے ہیں کہ یہ جو فساد تیزی سے بڑھا ہے یہ ہمیں بتا رہا ہے کہ ہم ایک گلوبل ویلج میں رہتے ہیں۔ مثال کے طور پر جب مسلمانوں کی قبروں کی توہین ESBEJERG میں کی گئی (ڈنمارک کے ایک شہر ESBEJERG میں مسلمانوں کے قبرستان میں قبروں کے کتبے توڑے گئے تھے) تو اس کی خبر بہت جلد ساری دنیا میں پھیل گئی۔ اس فساد کے بارے میں یہ خوش قسمتی ہے کہ کوئی ڈینش نہیں مرا۔ لیکن ابھی صرف 11 مسلمان ہی مرے ہیں۔ میڈسن صاحب نے طنزاً کہا۔

آنحضرتؐ کی تصاویر

میڈسن صاحب کے بیان کے مطابق قرآن کریم میں یہ کہیں نہیں لکھا کہ آپ آنحضرتؐ کی تصاویر نہیں بناسکتے لیکن اس کے برخلاف بائبل میں آتا ہے کہ خدا کی تصویر نہیں بناسکتے۔ مسلمانوں کے عقیدہ میں پایا جاتا ہے کہ نبیوں کی تصاویر نہ بنائی جائیں۔ کیونکہ اس طرح وہ کہیں شرک کا موجب نہ بن جائیں۔ پرانے زمانوں میں مسلمانوں کی تصاویر بنائی گئی ہیں جہاں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ مبارک کو نور سے منور دکھایا گیا ہے۔

میڈسن صاحب کو بھی اس امر کی بہت تکلیف ہوئی ہے کہ نبی کریمؐ کے خاکے شائع کئے گئے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ اگر تصویر بنانی ہی تھی تو آنحضرتؐ کے حلیہ کے بارے میں بڑی تفصیل سے ملتا ہے کہ ان کا حلیہ مبارک کیسا تھا۔ نبی کریمؐ کا کارٹون بنا کر اور پگڑی میں بم رکھ دینا یہ ایک گندی بچگانہ حرکت ہے۔

ڈنمارک میں قانون توہین موجود ہے۔ پہلے میرے خیال میں اس کی ضرورت نہ تھی مگر اب میرے خیال میں فساد کو روکنے کے لئے اس قانون کو اپلائی کرنے کی ضرورت ہے تا کہ فساد نہ ہو۔ باقی نبی کریمؐ کی توہین تو خدا تعالیٰ کا معاملہ ہے وہ خود ہی اس کی سزا دے گا۔

ہماری سوسائٹی میں طاقت تین حصوں میں تقسیم ہے ایک حصہ عدالت کا ہے۔ اس سلسلہ میں عدالت کو بیان دینا چاہئے تھا کہ اخبار یولینڈ پوسٹن کی یہ حرکت خلاف قانون ہے کہ نہیں۔ آزادئ ضمیر کو مناسب طور پر اچھے مقاصد کے لئے استعمال کرنا چاہئے اور اس کے ذریعہ اقلیتوں کے حقوق کا تحفظ ہونا چاہئے۔

ڈنمارک اس معاملہ کو اچھے طریق پر حل کرسکتا ہے۔ اس معاملہ کے حل ہونے میں کافی وقت لگے گا۔ ہمیں آپس میں ڈائیلاگ کرنا چاہئے۔ اسلام مذہبی رواداری میں بہت اعلیٰ مثال پیش کرتا ہے کہ کسی کے جھوٹے خداؤں کو بھی برا بھلا نہ کہو اور اگر تم انہیں برا بھلا کہو گے تو وہ لاعلمی میں تمہارے خدا کو بھی برا بھلا کہیں گے۔

اخبار میں ایک چوکھٹے میں خبر

VIBORG (شہر) کے ایک جج نے اس کی سماعت کی اور اس نے کہا کہ یہ کیس توہین کے زمرہ میں نہیں آتا اور نہ ہی کسی خاص گروپ کی بےعزتی اور نہ ہی نسل پرستی کے زمرہ میں آتا ہے۔ لیکن اب یہ کیس اس سے اعلیٰ عدالت میں زیر سماعت ہے۔ یہ کیس دوسرے مسلمانوں نے کیا ہوا ہے۔

اسی طرح ایک چوکھٹے میں ذیل کی خبر دی گئی:

میڈسن صاحب نے ڈینش زبان میں ترجمہ 1967ء میں کیا تھا اس کا پانچواں ایڈیشن مارچ میں آئے گا۔ اور میڈسن احمدی مسلمان ہیں اور ڈنمارک میں دوسرے مسلمانوں کی اکثریت اس ترجمہ میں نوٹس کو بڑے اختلاف کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ اسلام میں احمدیت کی بنیاد انڈیا میں حضرت مرزا غلام احمد صاحب نے رکھی (1835-1908)۔ یہ جماعت مرزا غلام احمد کو ایک نبی مانتی ہے۔ احمدی اپنے آپ کو اصلاح یافتہ مسلمان یقین کرتے ہیں۔ لیکن سنی مسلمان اور شیعہ مسلمانوں کی اکثریت انہیں غیر مسلم سمجھتی ہے۔ اور جماعت کو اکثر مسلم ممالک میں مشکلات کا سامنا ہے۔ ڈنمارک میں 500-600 احمدی مسلمان ہیں اور وہ مسجد نصرت جہاں Hvidovre میں اکٹھے ہوتے ہیں۔ ڈنمارک میں تقریباً 180,000 مسلمان ہیں۔

☆☆☆

جماعت ڈنمارک اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس اہم مسئلہ (بقول ڈینش میڈیا دوسری جنگ عظیم کے بعد یہ سب سے بڑا مسئلہ ہے جس کا ان دنوں سامنا ہے) کو اسلامی تعلیم کی روشنی میں حل کرنے اور ڈینش عوام میں آزادی ضمیر کے صحیح مفہوم کو سمجھانے اور ان کا شعور بیدار کرنے کی کوششوں میں مصروف عمل ہے۔ اس تسلسل میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی تصنیف ”اسلام اور عصر حاضر کے مسائل کا حل“ میں سے ایک حصہ ” آزادئ تقریر، آزادی کی حدود، مذہبی تقدس کی پامالی“ پر مشتمل پمفلٹ بعنوان ”آزادی ضمیر اور اسلام“ ڈینش زبان میں تیار کیا گیا ہے اور اسی طرح حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کے خطبہ جمعہ فرمودہ فروری 2006ء کے خلاصہ پر مشتمل ڈینش زبان میں ایک پمفلٹ تیار کیا گیا ہے۔ اور دونوں پمفلٹوں کی تقسیم کا کام وسیع پیمانہ پر شروع کیا گیا ہے۔ اور اس وقت ڈنمارک کے پانچ شہروں میں قریباً 5000 کی تعداد میں دونوں پمفلٹ شائع کر کے تقسیم کئے جاچکے ہیں۔ ان شہروں کے نام یہ ہیں۔

1:Copenhagen. 2:Nakskov.
3:Roskilde. 4:Holbæk. 5:Køge

الحمدللہ کہ تمام شہروں میں ڈینش عوام نے ہمدردی کا مظاہرہ کیا اور بڑے شوق سے یہ پمفلٹ خود حاصل کیا۔ اور پڑھنے کا وعدہ کیا۔

The British Government & Jihad

An English translation of the Urdu booklet
"Government Angreizi aur Jihad"
by: Hadrat Mirza Ghulam Ahmad[as], The Promised Messiah and Imam Mahdi
First published in UK in 2006 - Published by: Islam International Publication Ltd.

** What is Jihad and why was Islam forced to resort to defending itself in its early history?

** Why have mistaken notions about jihad taken root in the minds of some Muslim groups and what part have Muslim clerics and Christian priests played in this process?

** Is it legitimate for a Muslim to revolt against a government that maintains law and order and permits religious freedom?

These questions, which have become the focus of worldwide attention today, were answered over one hundred years ago with God-given guidence and understanding by the man who claimed to be the Promised Messiah.

گورنمنٹ انگریزی اور جہاد

یہ رسالہ اردو زبان میں 22 رمئی 1900ء کو شائع ہوا۔ اس رسالہ میں سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے حقیقت جہاد اور اس کی فلاسفی پر روشنی ڈالی ہے اور قرآن وحدیث کی روشنی میں بتایا ہے کہ اوائل اسلام میں مسلمانوں کو بحالت مجبوری جو جنگیں کرنی پڑیں وہ محض وقتی اور مدافعانہ اور مذہبی آزادی قائم کرنے کے لئے تھیں۔ ورنہ اسلام سے بڑھ کر صلح وآشتی اور امن وسلامتی کا علمبردار اور کوئی مذہب نہیں ہے۔ اس عظیم الشان تصنیف کا انگریزی ترجمہ پہلی بار مارچ 2006ء میں طبع ہوا ہے۔ اس زمانہ میں جبکہ بدقسمتی سے بعض نام نہاد مسلمانوں کے نامناسب طرز عمل کی وجہ سے مغربی دنیا میں بالخصوص جہاد کے حوالہ سے اسلام کے خلاف غلط فہمیاں پھیلائی جارہی ہیں اور اسلام کو نعوذ باللہ ایک دہشت گرد مذہب قرار دیا جارہا ہے۔ یہ رسالہ انہیں حقیقت جہاد سے آگاہ کرنے کے لئے بہت ہی اہمیت کا حامل ہے۔

آپ یہ کتاب خود بھی پڑھیں اور اپنے مسلم اور غیر مسلم دوست احباب کو بھی پڑھنے کے لئے دیں۔

امراء ممالک سے درخواست ہے کہ اس کتاب کے حصول کے لئے اپنے آرڈرز وکالت اشاعت لندن کو بھجوائیں۔

(ایڈیشنل وکیل الاشاعت۔ لندن)

الفضل ڈائجسٹ

(مرتبہ : محمود احمد ملک)

اس کالم میں ان اخبارات و رسائل سے اہم ودلچسپ مضامین کا خلاصہ پیش کیا جاتا ہے جو دنیا کے کسی بھی حصہ میں جماعت احمدیہ یا ذیلی تنظیموں کے زیرانتظام شائع کئے جاتے ہیں۔ خط و کتابت کیلئے ہمارا پتہ حسب ذیل ہے۔ براہ کرم خطوط میں اپنے مکمل پتہ کے علاوہ فون نمبر بھی ضرور تحریر فرمائیں:

AL-FAZL DIGEST, 22 DEER PARK ROAD, LONDON SW19 3TL U.K.

''الفضل ڈائجسٹ'' کی ویب سائٹ کا پتہ یہ ہے:-

http://www.alislam.org/alfazal/d/

گیمبیا میں میرا پہلا دن

محترم مولانا چوہدری محمد شریف صاحب مرحوم کی بطور مبلغ گیمبیا میں پہلے دن کی خودنوشت روداد روزنامہ ''الفضل'' ربوہ 19 مارچ 2005ء میں شامل اشاعت ہے۔

گیمبیا، مغربی افریقہ میں سلطنت برطانیہ کی سب سے پہلی نوآبادی تھی اور اس کو فتح کرنے کے بعد برطانیہ نے سیرالیون، گولڈکوسٹ (غانا) اور نائیجیریا پر قبضہ کیا اور متعدد یورپین قوموں کی اس ملک پر قبضہ کی خاطر باہمی لڑائیاں ہوئیں۔ گیمبیا میں احمدیہ مشن قائم کرنے کے لئے متواتر پانچ سال تک جدو جہد کرنا پڑی۔ وہاں کی انگریزی حکومت احمدیہ مشن قائم کرنے کی اجازت نہیں دیتی تھی کیونکہ اسے گولڈکوسٹ، نائیجیریا، سیرالیون سے تجربہ حاصل ہو چکا تھا کہ جہاں احمدیہ مشن قائم ہوگا وہاں سے عیسائیت کے قدم اکھڑنے شروع ہوجائیں گے۔

مجھے فروری 1961ء میں ربوہ سے براستہ نائیجیریا، گیمبیا کے لئے روانہ کیا گیا۔ راستہ میں لبنان اور شام میں بھی چند ہفتے قیام کیا۔ ان ممالک میں پہلے مَیں بیس سال گزار چکا تھا اور یہاں میرے رشتہ دار اور محبّ کثیر تعداد میں موجود تھے۔ اس کے بعد میں روم (اٹلی) سے ہوتا ہوا 26 فروری 1961ء کو لیگوس (نائیجیریا) میں پہنچ گیا۔ وہاں برادرم مولوی نسیم سیفی صاحب مربی انچارج مغربی افریقہ نے استقبال کیا۔ اُسی روز حکومت گیمبیا کی طرف سے گیمبیا میں احمدیہ مشن قائم کرنے کی اجازت اور مجھے وہاں بطور مربی جانے کی منظوری آگئی۔

مَیں نائیجیریا سے گیمبیا کے لئے مارچ کے پہلے ہفتہ میں روانہ ہوا۔ چند دن کے لئے غانا میں اترا۔ وہاں مکرم و معظم مولوی نذیر احمد صاحب مبشر فاضل (انچارج احمدیہ مشن غانا) سے 26 سال بعد ملاقات ہوئی۔ یہاں مجھے اس خیال نے بے قرار کردیا کہ یہاں تک تو میں اپنے گھر میں اور اپنے عزیزوں کے درمیان ہی تھا اور مجھے کسی قسم کی تکلیف نہیں ہوئی لیکن جس ملک کی طرف اب مجھے جانا ہے وہاں تو میرا کوئی واقف نہیں۔ اگرچہ ایک احمدی دوست کے نام وہاں تار بھیج دیا گیا تھا لیکن یہ علم نہ تھا کہ ان کو یہ تار ملا بھی یا نہیں۔ 10 مارچ 1961ء کی صبح غانا سے روانہ ہوکر شام ساڑھے پانچ بجے گیمبیا کے ائیرپورٹ پر ہمارا جہاز اترا۔ میری جیب میں صرف پچاس پاؤنڈ تھے۔ اور یہ گویا ایک ہفتہ کا خرچ تھا کیونکہ ان دنوں گیمبیا میں صرف ایک ہی ہوٹل (ایٹلانٹک) تھا اور اس کا روزانہ خرچ خوراک و رہائش ساڑھے سات پونڈ تھا۔ چونکہ میرا یہاں کوئی واقف نہیں تھا اور نہ مجھے کسی جلدی کی ضرورت تھی اس لئے میں سب سے آخر میں دعا کرتے ہوئے جہاز سے باہر نکلا۔

ابھی میں جہاز کی سیڑھیوں پر ہی تھا کہ انگریزی لباس میں ملبوس ایک شخص نے مجھے سلیوٹ کیا اور ان کے اردگرد جو تین چار پولیس مین تھے، انہوں نے بھی ایسے ہی سلام کیا۔ پھر جب میں نے گیمبیا کی زمین پر قدم رکھا تو اُن صاحب نے کہا کہ میرا نام عمر جوف ہے اور میں سب انسپکٹر پولیس ہوں (پھر وہ گیمبیا کے ایک ڈویژن کے کمانڈر بنے) ہم آپ کے استقبال کے لئے یہاں آئے ہیں اور آپ کو خوش آمدید کہتے ہیں۔ اور جب میں نے نظر اٹھا کر دیکھا تو ائیرپورٹ کے جنگلہ کے باہر بھی چند اصحاب مجھے ہاتھوں اور رومالوں سے اشارہ کرکے سلام کہہ رہے تھے۔

برادرم عمر جوف صاحب نے میرے ہاتھ سے میرا ہینڈ بیگ پکڑ لیا اور چند منٹ کے اندر پاسپورٹ سے متعلقہ امور مکمل کروا لئے۔ کیونکہ یہ کام وہاں پولیس کا ہے۔ کسٹم کا بھی کوئی مسئلہ نہ تھا کیونکہ برادرم علی با صاحب (جو اس وقت کسٹمز افیسر تھے) وہ بھی استقبال کے لئے آنے والوں میں شامل تھے۔ دیگر دس گیارہ دوست بھی اندر آگئے اور سب سے سلام وکلام و مصافحہ و معانقہ ہوا اور ہم سرزمین گیمبیا میں داخل ہوگئے۔ یہ دوست اپنے ساتھ ایک بس بھی شہر سے لائے ہوئے تھے۔ بس میں سوار ہونے سے پہلے انہوں نے میرے ساتھ اپنا فوٹو لیا اور پھر بس میں بیٹھ کر دارالحکومت باتھرسٹ کی طرف روانہ ہوئے۔ ان کی خوشی کی بھی کوئی انتہا نہ تھی کہ وہ اپنے اندر آج ایک احمدی مربی کو پا رہے تھے۔ جس کے یہاں لانے کے لئے وہ گزشتہ چار پانچ سال سے درخواستیں اور کوششیں کررہے تھے اور میں بھی اللہ تعالیٰ کے خاص فضلوں کو اپنی آنکھوں سے دیکھ کر خوش ہورہا تھا۔ میرے لئے یہ معمولی آدمی نہ تھے یہ خدا تعالیٰ کے وہ خاص بندے تھے جن کو خدا تعالیٰ نے اپنے فرشتوں کے ذریعہ یہاں اس جنگل میں مسیح موعود کے ایک غلام کے استقبال کے لئے اپنے وعدہ کے مطابق بھیجا تھا۔

چودہ پندرہ میل کا فاصلہ تھا۔ تقریباً مغرب کے وقت بس باتھرسٹ پہنچی تو آہستہ آہستہ چلنے لگی اور سب بھائیوں نے بڑی اونچی آوازوں سے ''لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ'' کا ورد شروع کردیا اور سارے شہر کا اسی طرح چکر لگایا۔ ان کا یہ رواج ہے کہ جب کوئی بڑا آدمی شہر میں آئے تو وہ سب اہل شہر کی اطلاع کیلئے ایسا کرتے ہیں۔ آخر سارے شہر کا چکر لگا کر ہم گیمبیا میں سب سے پہلے احمدی بھائی (لامین انجائے) کے گھر (نمبر 11 رانکن سٹریٹ) پہنچے۔ مکان بانس کی سرکیوں کا بنا ہوا اور اس پر ٹین کی چادروں کی چھت تھی۔ میں نے یہاں دو رکعت شکرانہ ادا کیا۔ پھر نماز مغرب باجماعت ادا کی۔ ایک کمرہ میرے لئے خاص کیا گیا تھا جس میں ایک پلنگ پر نہایت اعلیٰ درجہ کا بستر کیا ہوا تھا اور ضیافت کا سامان موجود تھا۔ مَیں یہاں 24 دن تک ٹھہرا اور سب گھر والوں نے میری اور میری ملاقات کے لئے آنے والے معززین اور نماز باجماعت ادا کرنے کے لئے آنے والے بھائیوں کی وہ خدمت کی جسے بیان کرنا میرے قلم کا کام نہیں۔

پھر اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہم نے احمدیہ مشن کے لئے شہر کے وسط میں ایک پختہ مکان نمبر 75 لٹکا سٹر سٹریٹ لے لیا۔ اس سال (1976ء میں) احمدیہ مشن گیمبیا کا بجٹ آمد وخرچ 4 لاکھ 6 ہزار 742 روپیہ ہے۔ اور یہ مشن آمد وخرچ کے لحاظ سے مغربی افریقہ میں چوتھے نمبر پر اور ساری دنیا میں پھیلے ہوئے احمدیہ مشنوں میں ساتویں نمبر پر ہے۔

ستارے

ماہنامہ ''تشحیذ الاذہان'' ربوہ اپریل 2005ء میں ایک مختصر سائنسی مضمون (مرسلہ: مقصودہ پروین) شائع ہوا ہے جس میں ستاروں سے متعلق دلچسپ معلومات پیش کی گئی ہیں۔

کسی ستارے کی عمر کا انحصار اس بات پر ہوتا ہے کہ وہ کتنی تیزی سے اپنا ایندھن خرچ کرتا ہے۔ ہمارا سورج ایک اوسط درجے کا ستارہ ہے جو اپنی عمر کے تقریباً پانچ بلین سال گزار چکا ہے۔ اس کے باوجود اس میں اندازاً اتنا ایندھن موجود ہے کہ یہ تقریباً پانچ بلین سال مزید زندہ رہ سکتا ہے۔ تقریباً سارے ہی ستارے ہائیڈروجن کے ہیلیم میں انضمام ہونے کے نیوکلیائی کے نتیجے میں روشنی پیدا کرتے ہیں اور یہ عمل ان کی گرم اور کثیف سطح پر وقوع پذیر ہوتا ہے جہاں کا درجہ حرارت عموماً 20 ملین سینٹی گریڈ تک ہوسکتا ہے۔ کسی ستارے پر پیدا ہونے والی توانائی کی شرح کا اس ستارہ کے حجم سے بھی گہرا تعلق ہوتا ہے۔ زیادہ وزنی ستارے اپنا ایندھن زیادہ تیزی سے جلا لیتے ہیں اور زیادہ چمکدار ہوتے ہیں۔ بعض وزنی ستارے تو چند ملین سال میں ہی اپنا ایندھن جلا لیتے ہیں جب کہ دوسری طرف کم کمیت کے حامل ستارے اپنا ایندھن نہایت کفایت شعاری سے جلاتے ہیں اور کروڑوں صدیوں تک زندہ رہ سکتے ہیں۔ لیکن چونکہ یہ بہت کم توانائی پیدا کرتے ہیں لہٰذا یہ اکثر انتہائی مدہم ہوتے ہیں۔ ایسے بعض ستارے ہماری کائنات کی پیدائش کے وقت وجود میں آئے تھے یعنی قریباً پندرہ بلین سال قبل۔

رات کے وقت آسمان پر ہمیں نظر آنے والے تمام ستارے وہی ہوں گے جن کی کمیت بہت زیادہ ہوگی اور وہ ہمارے سورج سے درحقیقت کئی گنا زیادہ روشن ہوں گے۔ مدہم ستاروں کو دُوربین کی مدد کے بغیر دیکھنا ممکن نہیں ہوتا۔

ایک ستارہ جب اپنی زندگی کے آخری مرحلے میں قدم رکھتا ہے تو اس وقت تک وہ عموماً اپنی تمام تر ہائیڈروجن ختم کر چکا ہوتا ہے۔ تب یہ ایک بار باہر کی جانب ابھرتا ہے۔ اس وقت یہ زیادہ روشن نظر آنے لگتا ہے۔ کھلی آنکھ سے نظر آسکنے والے زیادہ تر ستارے اپنی عمر کے تقریباً اسی دَور سے گزر رہے ہیں۔ یہ ستارے اوسطاً سینکڑوں ملین سال پرانے ہوتے ہیں۔ زیادہ وزنی ستارے جیسے کہکشاں اورین (Orien) میں موجود Red Betelgeus مقابلتاً زیادہ تیزی سے اپنی تباہی کی جانب بڑھتے ہیں کیونکہ یہ اپنا ایندھن بے دریغ جلا رہے ہوتے ہیں۔ ان کی عمر تقریباً دس ملین سال ہوتی ہے اور اسے مکمل طور پر تباہی سے دوچار ہونے میں مزید ایک ملین سال لگ جاتا ہے جس کے بعد یہ انتہائی شدت سے پھٹ پڑتے ہیں اس عمل کو ''سپرنووا'' کہتے ہیں۔

ستارے اب بھی غبار اور گیسوں کے عظیم جمگھٹوں کے اندر تشکیل پا رہے ہیں لیکن اکثر ان کی روشنی زمین پر نہیں پہنچ پاتی جبکہ ان کے اردگرد موجود گرد وغبار انفرا ریڈی ایشن کو اپنے اندر سے گزرنے دیتا ہے اور اسی لئے سائنسدان انتہائی پیچیدہ اور ترقی یافتہ دُوربینوں کی مدد سے ان کا کھوج لگا لیتے ہیں۔

پیسا کا مینار

ماہنامہ ''تشحیذ الاذہان'' ربوہ اپریل 2005ء میں ایک مختصر معلوماتی مضمون (مرسلہ: صادقہ سلام) میں اٹلی کے پیسا مینار سے متعلق دلچسپ معلومات پیش کی گئی ہیں۔

اٹلی کے ایک شہر کا نام پیسا ہے جس کی شہرت اُس مینار کی وجہ سے ہے جو ایک طرف کو جھکا ہوا ہے۔ اس مینار کی بنیاد جس شخص نے رکھی تھی ابھی اس نے تین منزلیں ہی تعمیر کی تھیں کہ موت نے اُسے آلیا۔ اس کے بعد کئی دوسرے انجینئروں کی کوشش سے دو صدیوں میں یہ مینار مکمل ہوا۔ یہ مینار دنیا کے سات عجائبات میں سے ہے۔ ہر سال 19 جون کی صبح کو اس کا جھکاؤ معلوم کیا جاتا ہے۔ ریکارڈ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ہر سال ایک انچ جھک جاتا ہے۔ دراصل اس مینار کے آس پاس کی زمین نرم وملائم اور کچھ دلدلی ہے۔ یہاں مضبوط بنیاد ڈالنا ممکن نہیں۔ یہی خرابی اس مینار میں بھی ہے۔ اس مینار کی چوٹی اپنے اصل مقام سے ہٹ کر 14 فٹ کے فاصلے پر چلی گئی ہے اور اس کا جھکاؤ ہر سال بڑھتا رہتا ہے۔ سائنسدانوں کا کہنا ہے کہ اگر اس جھکاؤ کو روکنے کی تدبیر نہ کی گئی تو یہ تاریخی مینار ایک دن زمین پر آگرے گا۔ چنانچہ اٹلی کی حکومت اس مینار کو سربلند رکھنے کے لئے مشورے کرتی رہتی ہے۔

روزنامہ ''الفضل'' ربوہ ۷/اکتوبر ۲۰۰۵ء میں شامل اشاعت محترم ثاقب زیروی صاحب کی نظم ''فریاد'' میں سے انتخاب پیش ہے:

اَلم گزیدہ ہیں دامانِ دل دریدہ ہیں
تِرے حضور میں آئے ہیں غم رسیدہ ہیں
مَیں اپنی دیکھتی آنکھوں کو کیسے دھوکہ دوں
چمن کے پھول تو افسردہ خوں چکیدہ ہیں
جو ربط خاص ہے تجھ سے کسی کو کیا معلوم
عدو سمجھتا ہے ہم آہِ نارسیدہ ہیں
تُو لُطفِ خاص سے اپنے نواز دے آقا
جہاں کے لطف وکرم سے بہت کبیدہ ہیں

Al Fazl International Weekly, London

16 GRESSENHALL ROAD, LONDON SW18 5QL (U.K.)

ISSN: 1352 9587
Tel: (020) 8544 7603
Fax: (020) 8544 7611
Email:alfazlint@alislam.org

Vol. 13 Friday April 21, 2006 Issue No. 16

حاصل مطالعه

دوست محمد شاهد۔ مؤرخ احمدیت

عہدیداران ونمائندگان شوریٰ کی ایک اہم ذمہ داری

1940ء میں سیدنا حضرت مصلح موعود خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے مجلس مشاورت سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:۔

’’آپ جولوگ نمائندہ بن کرآئے ہیں آپ کے متعلق میں یہ سمجھنے کا حق رکھتا ہوں کہ آپ لوگ اپنی جماعتوں میں زیادہ بارسوخ، زیادہ سمجھدار اور زیادہ اثر رکھنے والے ہیں۔ پس آپ کو میں یہ کہتا ہوں کہ آپ اپنی ذمہ داری کو سمجھیں اور پہلے خود سلسلہ کا علم حاصل کریں۔ قرآن پڑھیں، احادیث پڑھیں، حضرت مسیح موعودؑ کی کتب پڑھیں۔ اور پھر جماعت کے اندر اس قسم کی بیداری پیدا کردیں کہ ان کا علم ایسا کامل ہو جائے کہ وہ اسلام کے دکھ اور مصیبت کو سمجھ جائیں۔ اور ان پر اشاعتِ اسلام اور اشاعتِ احمدیت کی اہمیت پوری طرح واضح ہوجائے۔ اس کے بعد مَیں سمجھتا ہوں ان میں قربانی کا مادہ آپ ہی آپ پیدا ہوسکتا ہے۔

اس وقت مَیں دیکھ رہا ہوں کہ ہزاروں احمدی ایسے ہیں جن کو سلسلہ کے موٹے موٹے مسائل بھی معلوم نہیں۔ ان میں جوش ہے اخلاص ہے مگر علم صحیح کی ان میں کمی ہے۔ میں گزشتہ دنوں کراچی میں تھا۔ ایک غیر احمدی گرایجویٹ جو عرب کے علاقہ میں کام کرتے ہیں مجھ سے ملنے آئے اور کہنے لگے کہ ریل میں مجھے آپ کا مرید ملا تھا جس نے مجھے ایک رسالہ دیا اور پھر کچھ تبلیغ بھی کی مگر جب میں نے ان سے نبوت کے متعلق سوالات کئے تو وہ اس کا کوئی جواب نہ دے سکا۔ اس کے بعد وہ مجھے خیرخواہ بن کر کہنے لگا آپ ایسا انتظام کریں کہ آپ کی جماعت میں جو جاہل لوگ ہیں وہ دوسروں کو تبلیغ نہ کیا کریں۔ کیونکہ ایسے آدمیوں کو تبلیغ کے لئے بھیجنا بالکل فضول ہے۔ صرف ایسے لوگوں کو ہی بھجوانا چاہیئے جو تمام مسائل سے واقفیت رکھتے ہوں۔ اس کے بعد انہوں نے مجھ سے وہی سوال کیا جس کا مَیں نے انہیں جواب دیا۔ اور پوچھا کہ کیا اب آپ کی سمجھ میں یہ بات آگئی ہے۔ انہوں نے کہا: ہاں۔ اب مَیں یہ مسئلہ اچھی طرح سمجھ گیا ہوں۔ پھر مَیں نے ان سے کہا آپ یہ کہتے ہیں کہ وہ ان پڑھ تھا۔ اور تبلیغ کی اجازت ایسے لوگوں کو ہی دینی چاہیئے جو پڑھے لکھے ہوں حالانکہ آپ میرے پاس اس کی تبلیغ کے نتیجہ میں آئے ہیں۔ اگر وہ آپ کو تبلیغ نہ کرتا تو آپ یہاں نہ آتے۔ بیشک آپ Bsc ہیں اور وہ شاید پرائمری تک پڑھا ہوا ہو مگر اس پرائمری پڑھے ہوئے شخص کے دل میں ایک جوش تھا اور اس نے چاہا کہ وہ نعمت جو اس کے پاس ہے آپ اس سے محروم نہ رہیں۔ چنانچہ اس نے آپ کو تبلیغ کی۔ اور آپ اسی کے نتیجہ میں مجھ سے ملنے آگئے۔ پس آپ کو اس کے اخلاص کی قدر کرنی چاہیئے۔ تو جماعت کے دوستوں کو اخلاص میں کوئی شبہ نہیں اسی وجہ سے بعض بالکل ان پڑھ ہوتے ہیں مگر اپنے دل میں تبلیغ کا ایسا جوش رکھتے ہیں جو بہت ہی قابل قدر ہوتا ہے۔‘‘

(رپورٹ مجلس مشاورت 1940ء صفحہ122-123)

مجلس مشاورت پارلیمنٹ نہیں

قال اللہ اور قال الرسول کا پلیٹ فارم ہے

مارچ 1940ء کی بائیسویں مجلس مشاورت سے حضرت امیرالمومنین حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے اپنے پرجلال اختتامی خطاب میں فرمایا:

ہماری جماعت کے دوستوں کے اخلاص میں کوئی شبہ نہیں مگر افسوس ہے کہ ان میں سے کئی سے ہم نے صحیح رنگ میں کام نہیں لیا۔ وہ ہیرے ہیں جو خدا نے ہمارے ہاتھ میں دیئے ہیں۔ مگر ہم ان ہیروں کو کاٹ کر منڈی میں نہیں لے گئے بلکہ وہ پتھروں کی طرح ہمارے گھروں میں بیکار پڑے ہوئے ہیں۔

پس **ضرورت اس بات کی ہے کہ عورتوں اور مردوں کو اسلامی تعلیم سے واقف کیا جائے۔ قرآن اور حدیث کا ہر جگہ درس جاری ہو۔ حضرت مسیح موعودؑ کی کتب لوگوں کو بکثرت پڑھنے کے لئے کہا جائے اور وقتاً فوقتاً ان کا امتحان لیا جائے۔** تا ہماری جماعت کے بچے بچے میں وہ روح سرایت کر جائے جو خدا نے معرفت کے خزانوں کے ذریعہ ہمیں عطا کی ہے۔

حضرت مسیح موعودؑ کی بعثت سے پہلے قرآن دنیا میں موجود تھا مگر مسلمان شکست پر شکست کھا رہے تھے۔ بخاری موجود تھی، مُسلم موجود تھی۔ اسی طرح دوسری احادیث کی کتابیں موجود تھیں۔ مگر مسلمان کفار کے حملوں کا شکار ہوتے چلے جارہے تھے۔ تب حضرت مسیح موعودؑ نے اللہ تعالیٰ سے طاقت پاتے ہوئے قرآن کو اس طرح مصفّٰی اور بے عیب شکل میں پیش کیا جیسے منوں مٹی کے نیچے سے کوئی چیز نکال کر اسے گرد وغبار سے صاف کر کے لوگوں کے سامنے پیش کردی جائے۔ اسی طرح وہ بخاری ومسلم جن کو بالکل بے اثر سمجھا جاتا تھا حضرت مسیح موعودؑ نے ان کو زبردست ہتھیاروں کی شکل میں بدل دیا۔ اور اگر ہم یہ ہتھیار استعمال نہیں کرتے تو بتاؤ اس سے ہمیں کیا فائدہ ہوسکتا ہے اور کیونکر ہم کہہ سکتے ہیں کہ ہم خدا تعالیٰ کے ہاتھ میں ایک تیز تلوار کی حیثیت رکھتے ہیں۔

مگر جیسا کہ میں نے بتایا ہے اس کے لئے زبردست تبدیلی کی ضرورت ہے، اس کے لئے مستقل ارادے اور مصمم عزم کی ضرورت ہے۔ سال میں ایک دفعہ جمع ہونا اور بعض تجاویز کے لئے ووٹ دینا یہ محض ایک رسمی بات ہے اور یہ مشورے اپنی ذات میں چنداں مفید نہیں ہوتے۔ مَیں اپنی ذات کے متعلق ہی جانتا ہوں کہ ان مشوروں میں سے کتنی باتیں ہیں جو مجھے سننے کی ضرورت ہوتی ہے۔ یہاں نمائندگان کی طرف سے جو باتیں پیش کی جاتی ہیں۔ ان میں بیشتر حصہ ایسی باتوں کا ہوتا ہے جن کو ہم پہلے ہی جانتے ہیں۔ اور یا پھر وہ باتیں ہوتی ہیں جو بالکل غلط ہوتی ہیں۔ مگر ہمیں غلط باتیں بھی سننی پڑتی ہیں۔ کیونکہ اصل غرض اس قسم کی مجلس کے انعقاد اور باہمی مشوروں سے یہ ہے کہ ہمارے اندر یہ روح رہے کہ ہم مل کر کام کریں۔ اور سلسلہ کی ترقی کی تجاویز میں ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کریں۔ اگر یہ غرض حاصل نہیں ہوتی تو اس مجلس کا مقصد بالکل فوت ہوجاتا ہے۔

یہ خیال کرنا کہ یورپ کی طرح ہم نے بھی پارلیمنٹ بنالی ہے کسی صورت میں صحیح نہیں۔ آخر ہم نے جو ساری دنیا کو چھوڑا اور اپنے تعلقات لوگوں سے قطع کر کے ایک ایسے گوشہ میں آگئے جہاں دنیوی اعزازات اور دنیوی مفادات میں سے کوئی چیز بھی نہیں۔ تو ہماری غرض یہ تو نہ تھی کہ ہم یوروپین لوگوں کی کسی خاص بات میں نقل کریں۔ **بلکہ ہماری غرض یہ تھی اور یہی ہے کہ ہم اس راستہ پر چلیں جس پر چلنے سے خدا خوش ہوتا ہے۔**

پس دنیا خواہ کچھ کہے ہمیں یہ دیکھنا چاہیئے کہ ہمارا خدا ہمیں کیا کہتا ہے۔ ہمارا رسول کیا کہتا ہے۔ اور کس بات کے کرنے کی وہ ہمیں تاکید کرتا ہے۔ اگر ہم اس کے بتائے ہوئے راستہ پر چل پڑتے ہیں تو ہمارا مدعا ہمیں حاصل ہوسکتا ہے۔ اور اگر ہم اس کے بتائے ہوئے راستہ پر نہیں چلتے تو اپنے مقصد اور مدعا میں ہم کبھی کامیاب نہیں ہوسکتے۔‘‘

عظیم الشان تغیرات اور عالمی انقلاب کی پیشگوئی

حضور نے اس معرکہ آراء خطاب کے آخر میں فرمایا:

’’میں دوستوں کو توجہ دلاتا ہوں کہ وہ اس اہم کام کی طرف توجہ کریں۔ وقت آرہا ہے کہ پھر ان کے لئے اس کام کا وقت نہیں رہے گا۔ دنیا میں عظیم الشان تغیرات پیدا ہورہے ہیں اور بہت بڑا انقلاب ہے جو رونما ہونے والا ہے۔ پس عملی طور پر ہمیں اپنے اندر تبدیلی پیدا کرنی چاہیئے کہ ہم اپنے عہد کو پورا کرنے والے ہوں سچائی پر قائم رہنے والے ہوں۔ خدا اور اس کے رسول سے محبت رکھنے والے ہوں۔ اور اس طرح اپنے اعمال میں ایک نیک تغیر پیدا کر کے خدا تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے والے ہوں۔ اور علمی طور پر ہمارا فرض ہے کہ وہ خزائن جو خدا تعالیٰ نے ہمیں عطا فرمائے ہیں زیادہ سے زیادہ اپنی جماعت کے دوستوں کو دیں۔ اور اسی طرح ان خزائن کو دوسرے لوگوں میں بھی تقسیم کریں۔‘‘

(رپورٹ مجلس مشاورت 1940ء صفحہ126)

جب گزر جائیں گے ہم تم پہ پڑے گا سب بار
سستیاں ترک کرو طالبِ آرام نہ ہو
کام مشکل ہے بہت منزلِ مقصود ہے دور
اے مرے اہلِ وفا سست کبھی گام نہ ہو
ہم تو جس طرح بنے کام کئے جاتے ہیں
آپ کے وقت میں یہ سلسلہ بدنام نہ ہو

ہفت روزہ الفضل انٹرنیشنل کا

سالانہ چندہ خریداری

برطانیہ: تیس(۳۰) پاؤنڈز سٹرلنگ
یورپ: پینتالیس(۴۵) پاؤنڈز سٹرلنگ
دیگر ممالک: پینسٹھ(۶۵) پاؤنڈز سٹرلنگ

(مینیجر)

تبرکات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے تمام تبرکات کو تاریخی طور پر مستند قرار دینے کے لئے اعلان ھذا کے ذریعہ ایسے احباب جماعت جن کی تحویل میں سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا کوئی تبرک ہے گزارش کی جاتی ہے کہ وہ حضرت خلیفۃ المسیح کی قائم فرمودہ کمیٹی کو درج ذیل ایڈریس پر اطلاع بھجوا کر ممنون فرمائیں۔ اطلاع آنے پر ان احباب کی خدمت میں ایک فارم بھجوایا جائے گا جسے پُر کر کے وہ کمیٹی کو واپس بھجوائیں گے۔ اس صورت میں کمیٹی ان تبرکات کا اندراج اپنے ریکارڈ میں محفوظ کر سکے گی۔

سیکرٹری تبرکات کمیٹی
دفتر نظارت تعلیم۔ صدر انجمن احمدیہ پاکستان ربوہ
Tel: 00 92 47 6212473